علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات

فریدیہ پبلشنگ کمپنی ۴۰ اردو بازار لاہور

علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمن
ایم اے ، ایم او ایل ، پی ایچ ڈی
ایم اے عربی ، اردو ، فارسی ، اسلامیات

فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی
اردو بازار ، لاہور

نام کتاب :- علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات

طابع و ناشر :- محمد عارف

مطبوعہ :- زنخیر پبلشنگ کمپنی

مطبع :- حفیظ پریس

بار اول :- 1993

تعداد اشاعت 1100

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

کتاب کے بارے میں

"علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات" پر یہ مختصر سی کتاب الفبائی ترتیب کے ساتھ قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے اس میں مفسرین بھی ہیں اور مترجمین بھی۔ مکمل تفسیر اور ترجمہ لکھنے والے بھی ہیں اور جزوی بھی، عربی، اور اردو میں لکھنے والے بھی ہیں اور پشتو میں بھی، مرحومین بھی ہیں اور موجودین بھی۔

حقیقتاً یہ لوگ ہمارے اسلاف بھی ہیں اور ہمیں اپنے محسنوں کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ "جو قوم اپنے اسلاف اور محسنوں کو بھول جاتی ہے مٹ جاتی ہے"۔

اللہ تعالےٰ اپنے ان سب بندوں کو اپنی خاص رحمت میں جگہ دے، مرحومین کے جنت الفردوس میں درجے بلند ہوں، اور موجودین کو مزید اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق ملے ۔ آمین

د۔ فیوض الرحمٰن

تقریظ (علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات)

ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپؐ کا ہر عمل، آپؐ کا ہر قول قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ آپؐ کے وصال کے بعد اس واقعی اور عملی تفسیر کو قرآن مجید کے پس منظر میں بیان کرنے کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ بیشمار تفسیریں دنیا کی تمام زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔ جن سے خطۂ ارض کے ہر حصّے میں نوع انسانی مستفید ہو رہی ہے اور صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کر رہی ہے۔

پاکستان میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں ان سب زبانوں میں قرآن حکیم کی تفسیریں لکھی گئی ہیں جن کا عام طور پر لوگوں کو علم نہیں ہے۔ ہماری معاشرتی زندگی میں یہ بہت بڑی کمی ہے جس کا پورا کیا جانا ہر لحاظ سے ضروری تھا۔ یہ سعادت بھی جناب کرنل، ڈاکٹر فیوض الرحمٰن ہی کے حصّے میں آئی ہے اور آپ نے ان تمام علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جنہوں نے اس مقدس کام کو اپنے اپنے حلقے میں بڑے خلوص اور تندہی سے انجام دیا ہے۔ اس عظیم الشان کارنامہ کے لئے میں محترم کرنل صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

سید واجد رضوی

فہرست (علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

آپ ١٨٧٥ء کے قریب مستری قادر بخش صاحب کشمیری مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔

تعلیم

میٹرک پاس کر کے مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ مگر تکمیل سے پہلے ١٨٩٦ء میں کالج کو خیرآباد کہہ دیا۔ اور ہمہ تن دینی تعلیم کی تحصیل میں مصروف ہو گئے، پہلے حضرت مولانا غلام حسن سیالکوٹی سے پڑھتے رہے۔ پھر حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی محدث سے تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ ایک مرتبہ شعبان کے آخری ایام میں والدہ کی خواہش پر حفظ قرآن شروع کیا اور صبح کی نماز کے بعد ایک پارہ یاد کر کے رات کو تراویح میں سنا دیتے تھے۔

تدریس

آپ نے سیالکوٹ میں "دارالحدیث" کی بنیاد رکھی، اس میں اکثر ساٹھ ستر کے قریب طلبہ پڑھتے رہے۔ پھر حاجی عبدالرحمٰن مرحوم دہلوی کے کہنے پر اسے "دارالحدیث رحمانیہ" کے نام سے دہلی منتقل کر دیا اور خود بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر پڑھاتے رہے۔

دہلی سے واپس آکر ایک نئی طرز کا مدرسہ جاری کیا، جس میں عام مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو حدیث اور تفسیر کی کتب کے ساتھ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دینے کی ٹریننگ دی جاتی۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی ایڈیٹر "اہلحدیث" و "مسلمان"، مولانا عبداللہ ثانی، مولانا ابوحفص عثمانی، مولانا حافظ عبداللطیف ملتانی اور

مولانا عبدالعزیز ناظم جامعہ محمدیہ اوکاڑہ جیسے جلیل القدر علماء بھی شامل ہیں۔

تبلیغ

آپ بہترین مقرر، مناظر اور ایک عمدہ مبلغ بھی تھے۔ جمعیۃ علماء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے، پھر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں تقاریر کے علاوہ ایک کتاب "پیغام ہدایت" بھی لکھی۔

تصنیفی خدمات

آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد اسّی سے متجاوز ہے۔ جس میں شہادۃ القرآن (دو جلدوں میں)، واضح البیان (شرح سورۃ فاتحہ صفحات ۴۸۴)، تفسیر سورہ کہف وتفسیر متعدد سورہ قرآن، تاریخ الحدیث، تاریخ نبوی، عصمت انبیاء، عصمت النبیؐ، لبشاراتِ محمدیہ، تائید القرآن (صفحات ۳۰۰)، سلم الوصول الی اسراء الرسول، سیرۃ المصطفےٰ، سراجاً منیراً، اصلاحِ عرب، اخلاقِ محمدی، فیصلہ ربانی، رسائل ثلاثہ، تعلیم القرآن، پنجسورہ مترجم ومحشی، فضائل شعبان، برکات المصلات، نماز مسنون مترجم، فضائل ایمان، ریاض الحسنات، وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ کے زیر ادارت ایک رسالہ "الھادی" بھی سیالکوٹ سے نکلتا رہا جس میں آپ کے بلند پایہ مضامین بھی شامل ہوتے تھے۔

مرزائیت کے خلاف تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے جوانوں کی طرح کام کیا، تحریری خدمات کے علاوہ تقاریر وخطبات کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

وفات

کچھ عرصہ کی علالت کے بعد ۲۰ جمادی الآخری ۱۳۷۶ھ/۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی۔ اور نماز جنازہ میں عوام وخواص نے ایک کثیر تعداد میں شرکت کی۔ [1]

---

[1] مواد ساجد میر صاحب ایم۔ اے کے مضمون سے لیا گیا۔

منظوم ترجمہ از اثر زبیری

اثر زبیری (جو اصلاً لکھنو کے ہیں اور اب کراچی میں رہتے ہیں) نے بھی قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اس کی کتابت مشہور کاتب منشی محمد یامین مرصّع رقم نے کی ہے۔

مولوی احمد پشاوری

۱۸۴۵ء ——— ۱۸۸۳ء

آپ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ نسبی تعلق محمدزئی قبیلہ کی شاخ ابراہیم خیل سے تھا۔ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء کو "تنگی" ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔

"دینی علوم حاصل کرنے کے لیے مختلف مقامات کے علماء سے علوم متداولہ.. صرف نحو، فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔

آپ ایک روشن خیال عالم اور غیر اسلامی رسوم و رواج اور بدعتوں کے مخالف تھے۔ اس لئے کچھ علماء آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ کا اپنے گاؤں میں رہنا دشوار ہوگیا۔ اس لئے آپ پہلے تورو اور پھر تہکال چلے آئے۔ آپ یورپین لوگوں کے پشتو کے استاد مقرر ہوئے۔ افغان مشن کے پادری ہیوز سے آپ کے خاص تعلقات تھے جو پشتو شعر سے خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ دوسرے علماء کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ انگریزوں کو پشتو پڑھاتے تھے۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں مخالفین نے آپ کو زہر دے دیا جس سے جاں بحق ہوئے۔ موت سے پہلے حکام نے آپ سے قاتلوں کے متعلق دریافت کیا مگر آپ نے نام نہ بتائے۔ آخری لمحات میں قرآن اور بخاری شریف منگوا کر کہا کہ میرا ان پر عمل تھا اور مجھے اس پر فخر ہے۔

پشتو ادب میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ "گنج پشتو" ہے۔ تاریخ سلطان محمود غزنوی کے ترجموں کے علاوہ آپ نے "آدم درخانئی" کا قصہ بھی لکھا تھا جو ۱۸۷۲ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ آپ نے قرآن شریف کا ترجمہ بھی شروع

کیا تھا۔ پارہ الّم کا ترجمہ شاید پہلا مطبوعہ ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ آج بھی بہترین ترجموں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

آپ ایک اچھے شاعر تھے مگر غزلیہ شاعری نہیں کی۔ صرف قصے اور مذہبی کتابیں نظم کیں۔" [1]

---

[1] تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جامعہ پنجاب لاہور: ج ۱۳ ص ۱۴۹

مولانا احمد علی صاحب

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہور (۲ رمضان ۱۳۰۴ھ - ۱۷ رمضان ۱۳۸۱ھ)

○ علم و عمل کے آفتاب شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہور ۲ رمضان ۱۳۰۴ھ جمعہ کے روز قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ صوبہ پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئے۔ جو بعد میں پنجاب کے افق علمی پر مہر درخشاں بن کر چمکے، مولانا کے والد محترم کا نام حبیب اللہ تھا جو سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے۔

(اعجاز الحق قدوسی "اقبال اور علمائے پاک و ہند" لاہور، ۱۹۷۷ء صفحہ ۴۰)

مولانا عبدالحق اور عبیداللہ سندھی سے دینی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا سندھی آپ کے ہمراہ دہلی لے گئے اور اپنی جانشینی کی سند عطا کی۔ ۱۹۱۷ء میں لاہور آکر بیرون شیرانوالہ میں سکونت اختیار کی۔ اور مسجد سبحان خاں میں درس قرآن شروع کیا، ۱۹۲۱ء میں، ہجرت کر کے کابل چلے گئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آگئے، اور دوبارہ درس و تدریس میں معروف ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء میں انجمن خدام الدین اور ۱۹۴۳ء میں مدرسہ قاسم العلوم کی بنیاد رکھی۔

مفسرین قرآن میں مولانا کا پایہ بہت بلند ہے۔ پاکستان اور بیرونی ممالک میں تقریباً چار۔ پانچ ہزار علمائے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی تفسیر قرآن چند تفاسیر میں سے ہے جنہیں مستند اور جامع و مانع سمجھا جاتا ہے۔ درس تدریس اور اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ مولانا نے جنگ آزادی میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ اور اس سلسلہ میں سات مرتبہ قید ہوئے۔ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ (انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز لاہور نیو ایڈیشن صفحہ ۴۲)

"حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری جو اپنے شہرہ آفاق درس قرآن اصلاح عقائد کے عظیم الشان کام موثر و مقبول مواعظ اور مخلصانہ دینی خدمات کی بنا پر پاکستان میں مقبول عام و خاص تھے۔ اپنے زمانہ کے بہت بڑے شیوخ طریقت میں سے تھے۔ قوت نسبت، باطنی ادراک۔ اور روشن ضمیری میں اس زمانہ میں ان کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے"۔

(مولانا ابوالحسن ندوی۔ سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری لکھنؤ صفحہ ۳۱۵)

"زمانہ میں بڑے بڑے لوگ آتے رہیں گے۔ مگر احمد علی کم پیدا ہوں گے"۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ)

"شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے بیسویں صدی میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ انہوں نے تفسیر قرآن کا درس بھی دیا اور تزکیۂ قلوب کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ ان کے تلامذہ اور متعلقین پاکستان اور بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اعلیٰ علمی و روحانی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (قاری فیوض الرحمٰن "شیخ التفسیر مولانا احمد علی اور ان کے خلفاء" لاہور ۱۹۷۴ء صفحہ ۹)

"خدمت قرآن کے اعتبار سے اس زمانہ میں شاید ہی کسی بزرگ نے اتنی شہرت پائی۔ استاذی کی شہرت علم و عمل اقصائے عالم میں پھیلی ہے۔

(علامہ علاؤ الدین صدیقی)

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں!

مولانا نے سندھ، پنجاب میں جو اسلام کی خدمات انجام دیں۔ ان میں اشاعتِ توحید، عشق رسولؐ، اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصلاح رسوم کو نہایت اہمیت حاصل ہے (اقبال اور علمائے پاک و ہند صفحہ ۲۰۶)

مولانا کی تصنیف میں ان کے مجموعہ رسائل جن کی تعداد ۴۳ ہے وہ بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ ان کے علاوہ "خلاصۃ المشکواۃ"، خطبات جمعہ اور مجالسِ ذکر کی کئی جلدیں بار بار چھپ رہی ہیں۔ اور حواشی ترجمہ قرآن ہیں۔ جو انہوں نے اس ترجمے پر لکھے تھے۔ جو شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ انجمن خدام الدین کی طرف سے شائع کیا تھا۔

۷۵ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء کو یہ علم و عمل کا آفتاب غروب ہو گیا۔ اور میانی صاحب کے قبرستان میں اس گنجینۂ علم و عرفان کو سپردِ خاک کیا گیا۔

مولانا جہاں ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ وہاں ایک بلند پایہ پیر طریقت بھی تھے۔ آپ کو سلسلہ قادریہ میں حضرت غلام محمد دین پوریؒ اور حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ دونوں سے بیعت کرنے کی اجازت تھی۔ آپ نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا آپ کے کئی ایک خلفاء بھی ہیں۔ جو اس سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ اور خود آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ شریعت و طریقت دونوں کے جامع ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔ " پھر یہاں لاہور آکر مولانا احمد علی صاحب سے قرآن مجید پورا پڑھا۔ یہاں پھر جس چیز نے متاثر کیا وہ ان کی قرآنی زندگی تھی۔ جس کو قرآن ناطق کہا جاتا ہے۔ اس سے قلب میں جلا محسوس ہوتی تھی۔ مولانا کی زاہدانہ زندگی۔ درویشانہ معاشرت اور عمل بالسنّت کا مجھ پر وہ اثر پڑا جس کو "برکت" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں" [1]

مزید لکھتے ہیں " میرے قرآن مجید کے مطالعہ میں مولانا احمد علی صاحب کے مجلس درس کا فیض و برکت شامل ہے " [2]

---

[1] سید ابوالحسن علی ندوی: حدیث پاکستان۔ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۵۰۔

[2] محمد عمران خاں ندوی: مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۸۶۔

حاشیۂ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری

شیخ التفسیر مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے اللہ تعالٰے نے بیسویں صدی میں اپنے دین کا بہت بڑا کام لیا ہے۔ انہوں نے دینی موضوعات پر مستقل کتابیں اور رسائل بھی لکھے اور قرآن مجید کی تفسیر (حواشی) بھی لکھی۔ یہ تفسیر مختصر مگر جامع ہے۔ آپ حاشیۂ میں ہر آیت اور رکوع کا خلاصہ دیتے چلے جاتے ہیں۔ شروع میں مضامین قرآن کا ایک جامع انڈکس بھی دیا گیا ہے۔

۱۹۲۷ء میں یہ مترجم اور محشی قرآن مجید انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔ اور پھر اس کے بعد اب تک اس کے کئی ایڈیشن نہایت خوبصورتی کے ساتھ شائع ہوئے۔ اس ترجمہ کی خصوصیات میں سے عام فہم زبان میں اردو ترجمہ۔ ربط آیات اور آیات و رکوع کے خلاصے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن ممتاز علماءؒ نے اس پر شاندار تقاریظ لکھی ہیں، ان میں امام العصر مولانا محمد انور کشمیریؒ۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [1]

مولانا قاری محمد شریف لکھتے ہیں " یہ حاشیہ قرآن پاک کی تفسیر ہے مولانا مرحوم کو تفسیرِ قرآن پڑھانے کا جو ملکہ تھا اس سے علماءؒ بخوبی واقف ہیں۔ ناظرین اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر علماءؒ مولانا کی خدمت

---

[1] قاری فیوض الرحمٰن: شیخ التفسیر مولانا احمد علی اور ان کے خلفاء، لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۳۶

میں حاضر ہو کر رمضان المبارک میں دورہ تفسیر پڑھ کر سند لے کر جاتے تھے"۔ ؎۱

پروفیسر مولانا عبدالصمد صارم الازہری لکھتے ہیں :- "مولانا احمد علی لاہور میں رہتے تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے شاگرد تھے۔ تفسیر کا درس دیتے تھے۔ طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔ تفسیر و ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ ؎۲

عبدالواحد سندھی لکھتے ہیں ! "لاہور میں ایک اور انجمن ہے، جس کا نام خدام الدین ہے۔ اس انجمن کا سب سے بڑا کام مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دینا ہے۔ اس انجمن نے قرآن پاک کا ایک ترجمہ اردو میں نہایت صحیح اور سلیس چھاپا ہے۔ اس انجمن کی روح رواں مولانا احمد علی صاحب ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی قرآن کریم کی تعلیم اور اسلام کے پھیلانے میں وقف کر دی ہے، خدا کرے ان کا یہ کام ہمیشہ جاری رہے۔ ؎۳

؎۱ قاری محمد شریف : تاریخ قرآن : کراچی : ص۲۳۶

؎۲ عبدالصمد صارم : تاریخ التفسیر : لاہور : ص۲۳

؎۳ عبدالواحد سندھی : "اسلام کیسے پھیلا" ج ۲ ص۱۰۱ مطبوعہ فاران لمیٹڈ کراچی ۱۹۴۹ء

مولانا سیّد محمد احمد قادری

۱۳۱۴ — ۱۳۸۰ھ (م ۱۹۶۱ء)

آپ مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب کے فرزند تھے، ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں ریاست الور (بھارت) میں پیدا ہوئے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر قراءات و تجوید کی مشق کی، درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے اور آخری مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے پڑھیں، علم طب کی بھی تحصیل کی۔

۱۹۲۰ء میں آگرہ آگئے اور مطب شروع کیا، ان کے والد لاہور آگئے تھے اور مسجد وزیر خاں کے خطیب مقرر ہوئے، ۱۹۲۶ء میں وہ مستعفی ہوئے تو آپ نے مسجد وزیر خاں کی خطابت سنبھالی اور اپنے چھوٹے بھائی مولانا ابوالبرکات کے تعاون سے دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی۔ آپ نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا، اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی جمعیت علماء اسلام میں شامل رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ اور مجلسِ عمل کے وہی صدر تھے، ایک سال جیل میں رہے۔ ۲رشعبان ۱۳۸۰ھ/۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء کو وصال ہوا۔ اور حضرت علی ہجویری کے احاطۂ مزار میں دفنائے گئے۔

آپ اچھے شاعر بھی تھے اور حافظ تخلص کرتے تھے۔ مجموعۂ کلام شائع ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی ایک درجن کے قریب تصانیف ہیں۔

ان میں تفسیر الحسنات مطبوعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔
راقم الحروف کو بھی تحریک ختم نبوت کے دوران آپ کی تقاریر سننے کی سعادت ملی ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی

۱۹۰۶ء — ۱۹۷۱ء

آپ محمد یار خاں صاحب یوسف زئی کے فرزند تھے۔ ۱۹۰۶ء میں اوجھیانی بدایوں میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن پاک حفظ کیا، مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مولانا قدیر بخش سے استفادہ کیا، پھر بدایوں سے مینڈھو گئے اور وہاں علمائے دیوبند سے چار سال تک تعلیم حاصل کی، ۱۳۴۴ھ میں سندِ حدیث جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کے شیخ الحدیث مولانا سید نعیم الدین سے حاصل کی۔ پھر اسی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوئے، پھر دھوراجی میں پڑھانے کے بعد مدرسہ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ میں بطور مفتی، مدرس تشریف لے گئے۔ وہاں سے بھکھی (ضلع گجرات) آئے اور انجمن خدام الصوفیہ گجرات کے دارالعلوم میں کام شروع کیا، تیرہ سال تک یہاں دینی خدمات انجام دیں۔ پھر انجمن خدام الرسول کی نگرانی میں دینی کام کرتے رہے۔

آپ کی تصانیف ۲۰ کے قریب ہیں، ان میں "تفسیر نعیمی" خاص طور پر قابل ذکر ہے، آپ گیارھویں پارے کے آخری ربع تک لکھ چکے تھے کہ پیغامِ اجل آگیا۔

۳ رمضان ۱۳۹۱ھ/۲۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو انتقال ہوا۔ [1]

---

[1] عزیز محترم اختر راہی کی کتاب تذکرہ علمائے پنجاب ج ۱ ص ۱۰۷، ۱۰۹ سے لی گئی ہے۔

مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی

آپ ۱۹۰۰ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ جبکہ آپ کے والد محمد اسماعیل بھوپال میں محکمہ جنگلات کے مہتمم تھے۔ اصلًا کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے تھے۔ آپ علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی آپ کے اجداد میں سے ہیں۔ نو سال کی عمر قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۲۶ھ حضرت مولانا خلیل احمد محدّث سہارنپوری سے دورۂ حدیث پڑھ کر دوسری سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ امینیہ دہلی میں تدریس کی۔ ۱۳۳۸ھ دارالعلوم دیوبند میں برائے تدریس بلائے گئے۔ اور ۱۳۴۶ھ تک تدریس کی۔

۱۹۴۷ھ تا ۱۳۵۷ھ آپ حیدر آباد دکن میں تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ اس عرصہ قیام میں آپ نے مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح "التعلیق الصبیح" لکھی اور دمشق جا کر اس کی چار جلدیں طبع کرائیں۔ ۱۳۵۸ھ میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس پر مامور ہو گئے۔ اور ۱۳۶۸ھ تک پڑھاتے رہے۔ اسی سال ۱۳۶۸ھ میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں امیر بہاولپور کی دعوت پر بطور شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور دو سال تدریس کی۔ پھر جامعہ اشرفیہ لاہور میں بطور شیخ الحدیث ۲۴ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ جامع مسجد نیلا گنبد میں اعزازی طور پر جمعہ پڑھانے کا آخر تک معمول رہا۔ آپ کے یہ خطبات جمعہ شائع بھی ہوئے۔

آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔ ان میں "مشکوٰۃ المصابیح کی عربی شرح التعلیق الصبیح (۵ جلدوں میں) آپ کا علمی شاہکار ہے۔ سیرت المصطفےٰ تین جلدوں میں ہے۔ اور ایک عمدہ کتاب ہے۔ لامیۃُ المعراج (عربی قصیدہ)، عقائدِ اسلام۔ اصولِ اسلام، خلافتِ راشدہ، شرح مقاماتِ حریری، حجیتِ حدیث، تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری (اس کے بیس اجزاء ہیں) اور تفسیر معارف القرآن۔ آپ کی اہم تصنیف میں سے ہیں۔ آپ عربی اور فارسی کے ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

عربی شعر کا بقول مولانا محمد یوسف بنوری قابلِ قدر ذوق تھا۔ بے تکلف اور برجستہ شعر کہتے تھے۔ تحریک پاکستان میں اپنے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانی کے ہم مسلک تھے۔ آپ نے ماہ شوال ۱۳۴۶ھ میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

گردے کی تکلیف سے ۷ رجب ۱۳۹۴ھ/ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء بروز اتوار وصال ہوا۔ اور شادمان کالونی کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ نمازِ جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد مالک صدیقی نے پڑھائی۔ مولانا محمد مالک اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں۔ اور ان کے بعد جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث ہیں۔

(قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء" ص ۲۴۰)

تفسیر معارف القرآن

یہ حضرت مولانا حافظ محمد ادریس کاندھوی کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ اس میں آپ نے ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر ہی کا لکھا ہے۔ اور تفسیر میں متقدمین اور متاخرین کی کتب تفسیر کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ اس کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں بقیہ جلدیں آپ کے نامور اور فاضل فرزند مولانا محمد مالک شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کے اہتمام سے منظر عام پر آنے والی ہیں۔

مولانا اپنی اس تفسیر کے بارے میں خود لکھتے ہیں۔ "اس حقیر و فقیر کی یہ تفسیر گداگر کی جھولی کی طرح ہے کہ جو قسم قسم کے نوالوں سے لبریز ہوتی ہے۔ کوئی اس گدائے بے نوا سے پوچھے کہ تیرے پاس یہ قسم قسم کے کھانے کہاں سے آئے تو وہ جواب میں یہ کہے گا کہ "میں گدائے بے نوا ہوں مگر بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر بھیک مانگتا ہوں۔ وہاں سے جو ملتا ہے، وہ سب کے سامنے لاکر رکھ دیتا ہوں۔ جسے جو کھانا اچھا معلوم ہو وہ کھالے"۔

یہی حال علم کے اس گدائے بے نوا کا ہے۔ اس تفسیر میں جو کچھ بھی علم ہے وہ سب کا سب خسروانِ علم و حکمت کے دستر خوانوں کی بھیک ہے۔ میں نے ان دروازوں کے نام بھی ظاہر کر دئے ہیں۔ جہاں سے یہ بھیک ملی ہے تاکہ اگر کسی کو کچھ اور مانگنا ہو تو براہ راست وہاں سے مانگ لے"۔

(مقدمہ معارف القرآن)

مولانا سید محمد یوسف بنوری تحریر فرماتے ہیں "تفسیر معارف القرآن بلاشبہ عمدہ۔ قابل قدر اور ان کی علمی پختگی کی شاہکار ہے"۔

مولانا محمد شفیع لکھتے ہیں!

"مولانا کی تفسیر کی جتنی جلدیں چھپی ہیں وہ اپنی جگہ علماء اور طلبا کے لئے بڑا مفید ذخیرہ ہے"۔ [1]

علامہ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں۔

"تفسیر معارف القرآن" حضرت مولانا العلامہ محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث و التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور۔ اس کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں"۔ [2]

مولانا محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں۔

"یہ تفسیر (معارف القرآن) سلف صالحین اور علمائے متاخرین کے علوم و معارف کا نچوڑ ہے"۔ [3]

---

[1] قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء"، لاہور ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۲۲۱

[2] علامہ خالد محمود "آثار التنزیل" لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۰۵ (اب اس کی چھ جلدیں چھپ چکی ہیں)

[3] مولانا محمد میاں صدیقی "تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی" لاہور ۷۷ء ص ۶۰

مولانا محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی

مولانا محمد اسحٰق بن محمد اشفاق حسین ۲۴ صفر ۱۳۳۱ھ/۲ فروری ۱۹۱۳ء کو بوقتِ صبح اپنے ننھیال محلہ کٹڑہ ابوتراب خاں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

دادھیال قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی میں ہے جو لکھنؤ سے صرف ۳۱ میل پر مشہور قصبہ ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے مکان ہی پر دو تین معلّموں سے حاصل کی، پھر تقریباً دو سال دارالعلوم ندوۃ العلماءؒ لکھنؤ میں پڑھتے رہے۔ پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں داخلہ لیا اور وہیں سے درسِ نظامیہ اور دورۂ حدیث نیز قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کی۔ آپ کے والد پولیس ٹریننگ سکول مراد آباد میں لیکچرر تھے۔

اس لئے بیچ میں ایک سال مراد آباد چلے گئے اور وہاں مدرسہ قاسم العلوم شاہی مسجد میں پڑھتے رہے۔

۱۳۵۴ھ میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی، قراءات سبعہ کی سند بھی اسی سال وہیں سے حاصل کی، پھر لکھنؤ میں علم طب کی تحصیل کی، کچھ دن مطب کرنے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماءؒ لکھنؤ میں آگئے۔

تدریسی خدمات

۱۹۴۳ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماءؒ میں مدرس مقرر ہوئے اور ۲۸ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں، آخر میں شیخ الحدیث ہوگئے تھے، سینکڑوں طلبہ نے آپ سے تکمیل کی۔ کچھ عرصہ کے لئے دارالعلوم کے مہتمم بھی رہے۔

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی دعوت پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں تدریس پہ مامور ہوئے، پہلے تخصص فی الفقہ کے نگران رہے، اور اب "تخصص فی الدعوۃ والارشاد" کے نگران ہیں۔

تصنیفی خدمات

۱۔ اظہار حقیقت (۱-۲) مولانا مودودی صاحب کی خلافت و ملوکیت کا جواب ہے۔

۲۔ اسلام کا سیاسی نظام (۳)۔ دینی نفسیات (۴) ایمان وایمانیات (۵) اسلامی عبادات (۶) تنویر العینین فی تفسیر المعوذتین (۷) کلمہ اسلام (۸) خاتم المعصومین (۹) اسلامی ذہن (۱۰) نظریات امامت واہلسنت

ان کے علاوہ کئی مقالات آپ کی زیر نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔

مولانا محمد الیاس کوچیانی پشاوری

۱۸۵۸ء — ۱۹۴۵ء

آپ "کوچیاں" ضلع پشاور میں ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء کے قریب پیدا ہوئے والد کا نام مولانا محمد ایوب اور دادا کا نام مولانا محمد طیب تھا۔

آپ کے والد سلسلہ نقشبندیہ میں تیراہ کوٹ کے بزرگ مولانا احمد جی (م ۱۲۶۰ھ) کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا خاندان اخون زادگان کے نام سے مشہور تھا۔

ابتدائی تعلیم گھر پہ حاصل کی، علم نحو کی کتابیں مولانا محمد ایوب جان ہزاروی مقیم پشاور سے چھ ماہ کے عرصہ میں پڑھیں۔ بقیہ علوم کی تکمیل مولانا عبد الرب دربھنگوی (م ۱۳۲۱ھ) سے کی۔ مولانا عبد الرب۔ مولانا اللہ بخش شہید۔ رفیق جہاد۔ مولانا سید احمد بریلوی کے فرزند تھے۔

دوبارہ حدیث کی تکمیل ۱۳۲۰ھ میں مولانا سید نذیر حسین بن سید جواد علی محدث دہلوی سے کی۔

تدریسی خدمات فراغت کے بعد مدرسہ عین القضاۃ لکھنو میں تدریس کرتے رہے۔ اس دوران مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہونے والی کتابوں کی تصحیح کا کام بھی کرتے رہے۔ آخر میں اپنے گاؤں "کوچیاں" میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں لگے رہے۔

تصنیفی خدمات آپ کی مشہور تصانیف "مخزن التفاسیر" (پشتو زبان) ہے ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں مطبع خادم الاسلام دہلی سے چھپی

ہے۔ اس کے ۵۶۱ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں تیرہ سطریں ہیں۔

اس کے علاوہ "سیر السلوک الی ملک الملوک" کا فارسی اور پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔

حزب البحر کا بھی فارسی اور پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔ شرح مأتہ عامل، مراح الارواح، بحر العلوم اور مشکوٰۃ شریف کے حواشی بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں۔

وفات ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء میں نوے سال کی عمر میں کوچیاں ہی میں وصال ہوا۔ اور گاؤں کے قریبی مقبرہ "چہل گزی بابا" میں دفن کئے گئے۔

روحانی اصلاح کے سلسلہ میں سلسلہ نقشبندیہ میں والد ماجد کے شیخ صحبت جناب استاذ صاحب مرحوم کوہاٹی کے پیرو تھے۔

آپ کے شاگردوں میں مولانا گل فقیر احمد صاحب پشاوری (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) اور مولانا محمد جان صاحب المعروف علمی میاں صاحب سرفہرست ہیں۔

اولاد میں ایک فرزند مولانا عبد القیوم نقشبندی نگرامی کا نام ہی معلوم ہو سکا ہے۔

محمد امین احسن اصلاحی

آپ حافظ محمد مرتضیٰ صاحب کے فرزند ہیں جو اعظم گڑھ کے ایک مضافاتی گاؤں "بمہور" کے متوسط درجے کے زمیندار تھے۔ یہ راجپوت گھرانہ تھا۔ آپ کی ولادت ۱۹۰۴ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں ہوئی، جس کے بعد آپ نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۲ء میں فراغت ہوئی۔ اساتذہ یوں تو کئی تھے مگر مولانا شبلی متکلم اور مولانا عبدالرحمٰن نگرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا نگرامی نے آپ کی تربیت پر خاص توجہ دی۔

صحافت کے میدان میں

مدرسہ سے فراغت کے بعد آپ نے صحافت اختیار کی اور "مدینہ" بجنور کے نائب مدیر اور بچوں کے دو رسالوں کے مدیر رہے۔

۱۹۲۵ء میں مولانا حمید الدین فراہی کو ملنے گئے۔ تو انہوں نے قرآن مجید کی طرف توجہ دلائی، آپ اسی وقت ان سے قرآن مجید پڑھنے پر آمادہ ہوگئے۔ یہ استفادہ ۱۹۳۰ء تک جاری رہا، اس دوران مولانا فراہی سے قرآن مجید کے علاوہ بعض دوسرے علوم فلسفہ اور سیاسیات کی کتابیں بھی پڑھیں اور انگریزی سے بھی قدر واقفیت حاصل کی۔

۱۹۳۰ء میں مولانا فراہی کے انتقال کے بعد مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (شارح ترمذی) سے حدیث پڑھی اور اس زمانہ میں تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی لکھ رہے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں صحافت چھوڑنے کے بعد مدرسۃ الاصلاح میں تدریس

مولانا محمد امیر بندیالوی

مولانا محمد امیر بن مولانا فضل کریم بن مولانا سلطان محمود نامی علوی بندیال ضلع میانوالی میں ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد صاحب سے تعلیم حاصل کی، پھر مولانا غلام رسول اور مولانا ولی اللہ ساکن انہی ضلع گجرات سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور کافی عرصہ وہاں کے اساتذہ سے پڑھتے رہے۔ پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث مولانا کفایت اللہؒ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، پھر وطن آکر علامہ حسین علی سے تفسیر قرآن کا درس لیا۔

سرگودھا میں ضیاء العلوم کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور آخری وقت تک وہاں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ وصال ۱۹۶۸ء میں ہوا۔

ان کی تصانیف میں دعوۃ الحق، الاقوال المرضیہ، کتاب التوحید، الدرر المنثورہ، اور تفسیر تسہیل البیان (غیر مطبوع) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بھی کرتے رہے، یہ سلسلہ ۱۹۴۰ء تک جاری رہا۔ مدرسہ چھوڑ کر پنجاب میں آگئے اور جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۶ء میں جماعت چھوڑنے کے بعد تفسیر تدبر القرآن لکھنی شروع کی، اس کی تکمیل ۱۹۸۰ء میں ہوئی ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک تدریس بھی کرتے رہے۔ آپ نے ایک حلقہ تدبر القرآن قائم کیا، جس سے متعدد افراد نے استفادہ کیا۔

آپ نے "الاصلاح" اور "میثاق" کے نام سے دو علمی رسالے بھی نکالے، میثاق تو اب بھی نکل رہا ہے۔ اوّل الذکر سرائے میر کے زمانہ قیام میں اور میثاق ۱۹۵۹ء سے۔

تصانیف! میں تفسیر تدبر القرآن (۱ ـ ۸)، حقیقت توحید، حقیقت شرک دعوت دین اور اس کا طریق کار، توضیحات، تنقیدات، پاکستانی عورت دوراہے پر، عائلی کمیشن رپورٹ کا حل، مبادی تدبر قرآن اور تزکیۂ نفس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا نور الحق صاحب

مولانا نور الحق بن منشی محمد قاسم علوی ۱۳۰۵ھ کو لبسال ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، پھر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۸ھ میں مولانا محمود حسنؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ۱۳۳۶ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے امتیاز کے ساتھ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ۱۳۳۷ھ میں منشی فاضل، پھر مختلف مقامات پہ تدریس کے بعد ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۵ء میں اورینٹل کالج لاہور میں بطور استاذ عربی آپ کا تقرر ہوا، اور ۱۹۴۲ء میں سبکدوش ہو گئے۔

جمادی الاخری ۱۳۷۰ھ / ۱۰ مارچ ۱۹۵۱ء کو تاجپورہ لاہور میں وفات پائی۔

تصانیف میں عذب المناهل شرح الکامل للمبرد، منشور حکم خلاصہ دیر عجم، اللآلی الغرر شرح سمط الدرر، منار السالک شرح مؤطا امام مالک اور شوارق الرحمٰن شرح فتوح البلدان للبلاذری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تفسیر قرآن ـ یہ مکمل تفسیر ہے اس میں کچھ سورتوں کی تفسیر تو مطبوعہ ہے باقی غیر مطبوعہ۔

مولانا سیّد انوار الحق کاکاخیل پشاوری

۱۹۲۰ء — ۱۹۶۸ء

آپؒ زیارت کاکاخیل، تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد کچھ عرصہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی معیّت میں ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر کچھ عرصہ اسلامیہ کالجیٹ پشاور میں تدریس کی، زاں بعد لیکچرر اسلامیات آپ کا تقرر ہوا۔ اور ایک عرصہ تدریس کرنے کے بعد ۱۹۶۸ء میں دوران ملازمت انتقال ہوا۔

تصانیف!

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے عرصۂ تدریس میں تصنیف کا سلسلہ شروع کیا اور آخر دم تک تدریس اور تصنیف میں لگے رہے۔

۱۔ انوار القرآن : (تفسیر دو ترجموں والی)۔ [۱]

[۱] مولانا فدا محمد ایم۔اے، مفہوم القرآن: پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی، (ب، ت) ص۲

۲۔ انوار النظر علی شرح نخبۃ الفکر۔ (اصول حدیث)

۳۔ انوار العلوم شرح سلّم العلوم (منطق) اردو۔

۴۔ رد بدعات، صفحات ۱۹۲، مطبوعہ ۱۳۶۶ھ حمیدیہ پریس پشاور

۵۔ چہل حدیث مع ترجمہ وتشریح۔

۶۔ اسلامیات برائے (بی۔اے آپشنل)

۷۔ اسلامیات انٹر

۸۔ انوار الاسلام (مڈل جماعتوں کے لئے)

۹۔ انمول موتی (چہل حدیث کا ایک اور مجموعہ۔

اور ان کے علاوہ چند رسائل۔ گفتۂ نیکاں، ہمارے پیارے رسول، رفقائے محسن اعظم، نماز کی سورتیں، امّت کی مائیں، حج اور زکواۃ اور ان کے مسئلے، اسلامی عقیدے اور افتتاح تعلیماتِ قرآن یادگار چھوڑیں۔ آپ کا شمار پشتو کے ممتاز ادباء میں ہوتا ہے۔ [۲]

وصال!

دسمبر ۱۹۶۸ء میں پشاور میں آپ کا وصال ہوا۔

[۲] محمد مدنی عباسی: پشتو زبان اور ادب کی تاریخ: لاہور: مرکزی اردو بورڈ ۱۹۶۹ء بار اوّل: ص۱۱۷

مولانا محمد اکرم بنگالی

۱۸۸۳ء — ۱۹۵۷ء

آپ بنگال میں پیدا ہوئے، دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی حاصل کی۔

مسلم لیگ میں شامل ہو کر قابل قدر سیاسی خدمات انجام دیں۔

قرآن پاک کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا۔

۱۹۵۷ء کو آپ کا وصال ہوا۔ [1]

[1] قاضی زاہد الحسینی، تذکرۃ المفسرین: لاہور: ص ۲۰۲

مولانا حکیم انیس احمد صدیقی

آپ ۱۰ر شعبان ۱۳۴۲ھ میں پھلت شریف میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے مدرسہ فیض الاسلام میں مشکوٰۃ شریف اور جلالین تک تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور حدیث کی تکمیل مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے کی۔ علم طب کی تکمیل منبع الطب کالج لکھنؤ سے کی۔ قیام پاکستان سے قبل جمعیت علمائے اسلام مظفر نگر کے صدر رہے۔ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رفاقت میں کام کیا۔ آپ نے دینی اور طبی موضوعات پر کوئی تین درجن کے قریب کتابیں لکھیں۔ حدیث میں اربعین اور تلخیص المشکوٰۃ لکھی ہیں۔ علم تفسیر میں تفسیر سورۃ الکوثر، سورۃ التکاثر، تفسیر سورۃ الاخلاص، سورۃ القدر، تفسیر آیۃ خاتم النبیین اور تفسیر سورۃ العصر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تصنیف و تالیف اور لاہور میں مطب کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔



مولانا محمد تقی عثمانی

استاذ دارالعلوم کراچی ، مدیر ماہنامہ "البلاغ" کراچی ۔

خاندان آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے فرزند ہیں ۔ آپ کے والد اور دادا ــــ حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب دیوبند کے مشہور علماء میں سے تھے ۔ جن کے ہزاروں شاگرد اطراف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ پردادا اور ان سے اوپر کے اجداد " میانجیوں کے خاندان " کے نام سے مشہور تھے ۔ "میاں جی" مکتب کے معلم کو کہتے ہیں ۔ اور آباو اجداد سے ان کا مشغلہ قرآن کریم کی تعلیم تھا ۔

ولادت آپ ۵ شوال ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ "دیوبند" ضلع سہارنپور میں پیدا ہوگے ۔

تعلیم تعلیم کی بسم اللہ وہیں ہوئی ، ۱۰ رجب ۱۳۶۷ھ / مئی ۱۹۴۸ء کو والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی اور اب یہی وطن ہے ۔

ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی ۔ پھر ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں جب آپ کے والد مکرم نے "دارالعلوم کراچی" کی بنیاد رکھی تو اسی "دارالعلوم" میں پورے درسِ نظامی کی تکمیل کی ۔

شعبان ۱۳۷۹ھ میں بعمر سترہ سال دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی ۔ دورۂ حدیث میں اوّل آئے ، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا مفتی رشید احمد صاحب ، مولانا سلیم اللہ صاحب ، مولانا قاری رعایت اللہ صاحب ،

مولانا اکبر علی صاحب اور مولانا سبحان محمود خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ۱۶ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن لے کر پاس کیا ، پھر "دارالعلوم   کے ہی شعبہ "تخصص فی الافتاء" میں داخلہ لے کر باقاعدہ دو سال میں فتوٰی کی تربیت حاصل کی ۔

پھر پنجاب بورڈ سے میٹرک ، جامعہ کراچی سے بی اے ، سندھ مسلم کالج کراچی سے ایل ۔ ایل بی اور جامعہ پنجاب سے ایم ۔ اے عربی کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے ۔ لاء کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی ۔

تدریس شوال ۱۳۷۹ھ سترہ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں ابتدائی عربی کی تدریس شروع کی ، ۱۵ سال کی مدت میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً ساری کتب زیر درس رہیں ، ان دنوں ترمذی شریف زیر درس رہتی ہے ۔ فقہ ، تفسیر اور حدیث آپ کا شب و روز کا مشغلہ ہیں ۔

تصانیف

۱ ۔ الادب العزنی واماء الیہ (عربی) ڈیڑھ سو صفحات

۲ ۔ بائبل سے قرآن تک ! یہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی شہرہ آفاق تصنیف "اظہار الحق" کا اردو ترجمہ ہے ، ترجمہ تو مولانا اکبر علی صاحب نے کرلیا تھا ، لیکن اس کی مکمل تشریح و تحقیق کا کام آپ نے ۴ سال کی عرق ریزی کے بعد مکمل کیا ، یہ کتاب دارالعلوم کراچی سے تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے ۔

۳ ۔ عیسائیت کیا ہے ! یہ دراصل بائبل سے قرآن تک کا مبسوط مقدمہ تھا ، جو ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا تھا ۔ اسے الگ ڈھائی سو صفحات میں شائع کیا گیا ہے ۔

۴ ۔ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ! یہ مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پر تبصرہ ہے ۔ جو "البلاغ" کراچی میں قسط وار شائع ہوتا رہا ۔ بعد میں جب

"ترجمان القرآن" (لاہور، ماہنامہ) نے سال بھر اس پر تنقید جاری رکھی تو اس کا جواب "البلاغ" کے ایک شمارے میں دے دیا گیا۔ پھر اس بحث کے تمام مضامین کو کچھ ترمیم واضافہ کے بعد کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کے بڑے سائز کے ڈھائی سو صفحات ہیں، بہت عمدہ کتاب ہے اور اسے بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

۵۔ ہمارے عائلی مسائل! چھوٹے سائز کے ۲۵۶ صفحات اس کتاب میں عائلی قوانین کا رد ہے۔ اس میں پوتے کی میراث تعدّد ازواج، احکام طلاق اور عمر نکاح پر تحقیقی مضامین لکھے گئے ہیں۔

۶۔ ضبط ولادت:۔ یہ پہلی کتاب ہے جو آپ نے فراغت کے فوراً بعد لکھی۔ اس میں برتھ کنٹرول کی مروجہ تحریک کا شرعی، عقلی اور معاشی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کا پہلا باب جو ضبطِ ولادت کی فقہی تحقیق سے متعلق ہے آپ کے والد ماجد کے قلم سے ہے۔

۷۔ تقلید کیا ہے! اس میں تقلید کی حقیقت واضح کی گئی ہے ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے مستقل کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔

۸۔ جماعت تہجد:۔ رمضان میں تہجد کی جماعت جائز ہے یا نہیں؟ یہ رسالہ اس مسئلہ کی مفصل فقہی تحقیق پر مشتمل ہے یہ سلہٹ سے شائع ہوا۔

۹۔ تجارتی سود:۔ بعض اہل تجدّد موجود بنکوں کے تجارتی سود کو حلال کہتے ہیں، اس مقالے میں ان دلائل کا مفصّل جائزہ لے کر یہ بتایا گیا ہے کہ تجارتی سود اور صرفی سود میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی فرق نہیں نیز تجارتی سود کے معاشی اور اجتماعی مفاسد پہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مقالہ حضرت مفتی صاحب کی کتاب "مسئلہ سود" کے حصۂ دوم کے طور پہ شائع ہو چکا ہے۔

۱۰۔ حکیم الامت:۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی مختصر سوانح ہے جو "امداد الفتاویٰ" کے شروع میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۱۔ القول الصواب فی مسئلۃ الغراب:۔ یہ مقالہ مفتی رشید احمد صاحب کی کتاب "احسن الفتاویٰ" میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ طلاق:۔

۱۳۔ کافر:۔ پنجاب یونیورسٹی کے زیر ترتیب "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" کے لئے لکھے گئے جو اس میں شائع ہو چکے ہیں۔

۱۴۔ مولانا الشیخ المفتی محمد شفیع:۔ عربی زبان میں حضرت مفتی صاحب کا سوانحی خاکہ ہے جو ۳۲ صفحات میں "الاندویاد السنی" میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۵۔ بائبل کیا ہے! یہ کتابچہ "بائیبل سے قرآن تک" کے بعض اقتباسات پر مشتمل ہے، اس میں بائیبل کے تضاد کو مفصل بیان کر کے انجیل برنا باس کی اصلیت کی تحقیق کی گئی ہے۔

۱۶۔ تاخیر واجب کی مقدار جو امداد الفتاویٰ جلد اوّل میں بطور ایک مفصل حاشیہ شائع ہوا ہے۔

۱۷۔ امارت المسیح الموعود! مفتی صاحب کے اردو رسالہ مسیح موعود کی پہچان کا عربی ترجمہ ہے، جو "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۸۔ علوم قرآن۔ ۱۹۔ درس ترمذی (۱—۲)

۲۰۔ اکمال فتح الملہم شرح صحیح مسلم۔

راقم الحروف کے احباب میں ہیں، خط وکتابت کی ایک جھلک، ان کے چند گرامی ناموں سے واضح ہو گی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری

۱۸۶۸ —— ۱۹۴۸ء

مولانا برصغیر پاک وہند کی ایک عظیم علمی شخصیت تھے۔ ان کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے ممتاز علمائے دین میں ہوتا ہے۔ وہ بیک وقت بہترین محدّث، مُفسّر، خطیب، مناظرِ اسلام اور تحریکِ پاکستان کے داعی تھے۔

مولانا اصلاً کشمیریوں کے منٹو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا کے والد خضر جو اور تایا اکرم جو تھے۔ یہ علاقہ ڈور تحصیل اسلام آباد ضلع سری نگر کے باشندے تھے اور پشمینے کا کاروبار کرتے تھے یہ لوگ کاروبار کے سلسلے میں امرتسر آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

مولانا ثناء اللہ ۱۲۸۷ھ/جون ۱۸۶۸ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ سات برس کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا؛ کچھ عرصہ بعد تایا بھی انتقال کر گئے۔ مولانا کے بڑے بھائی ابراہیم رفوگری کا کام کرتے تھے انہوں نے انہیں بھی یہ کام سکھایا۔ چودھویں سال کو پہنچے تو والدہ نے بھی داغِ مفارقت دیا۔ اسی دوران حصولِ تعلیم کا شوق دامن گیر ہوا تو اپنے کام کے ساتھ ساتھ مولانا احمد اللہ امرتسری سے کتبِ درسیہ میں سے علمِ نحو میں شرح جامی اور علمِ منطق میں قطبی تک کتابیں پڑھیں۔ پھر مولانا عبدالمنان وزیرآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیگر کتبِ درسیہ اور علمِ حدیث کی تکمیل کر کے ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ وہاں سے مولانا سید نذیر حسین محدثِ دہلوی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بھی سندِ اجازہ حاصل کی؛ دہلی سے مظاہر علوم سہارنپور

چلے آئے اور یہاں کے اساتذہ سے استفادہ کر کے ۱۳۰۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں معقولات و منقولات ہر قسم کی کتابیں پڑھیں۔ دورۂ حدیث شیخ الہند مولانا محمود حسن سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ دیوبند کی سند کو اپنے لئے باعثِ فخر قرار دیتے تھے۔ پھر آپ مدرسہ فیضِ عام کانپور پہنچے اور وہاں ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مولانا احمد حسن محدّث سے بھی حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد امرتسر آئے تو آپ کے استاذ مولانا احمد اللہ صاحب نے آپ کو اپنے مدرسہ تائید الاسلام میں تدریس پر مامور کیا۔ ۱۸۹۸ء میں مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ کی صدر مدرسی پر تشریف لے گئے۔ ۱۹۰۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی فاضل" کا امتحان پاس کیا۔ عیسائی پادریوں، آریہ سماجی پرچارکوں اور مرزائیوں کے خلاف آپ میدانِ عمل میں نکل آئے اور نہایت ہی قابلِ قدر خدمات انجام دیں اور ہر ہر مناظرہ میں اور ہر ہر محاذ پر انہیں شکستِ فاش دی؛ تقریر کے علاوہ تحریر کے میدان میں بھی ان کے دانت کھٹے کر دئے۔ آپ کی مختلف موضوعات پر ۱۴۳ تصانیف ہیں۔ تبلیغِ دین کے لئے امرتسر سے تین اخبار "مسلمان"، اہل حدیث اور "مرقعِ قادیاں" نکالے۔ اخبار اہلِ حدیث پورے چوالیس سال اشاعتِ اسلام میں مصروف رہا۔ اس کا آخری شمارہ جولائی ۱۹۴۷ء کے آخری جمعے کو شائع ہوا اور پھر فساداتِ پنجاب کی وجہ سے بند ہو گیا کچھ عرصہ گلدستۂ ثنائی کے نام سے بھی اخبار شائع کرتے رہے۔ مولانا نے تحریر و تقریر میں کبھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

۱۹۰۶ء میں آرہ میں آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری صدر اور آپ ناظمِ اعلیٰ مقرر کئے گئے۔ آپ نے

ملکی سیاسیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ تحریکِ خلافت، جمیعۃ علماء اور مسلم لیگ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۶ء میں حج کی سعادت حاصل کی تھی۔

آپ کا امرتسر میں ثنائی پریس اور کتب خانہ بھی تھا۔ آپ کا شمار وہاں کے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں آپ کے اکلوتے فرزند مولوی عطاء اللہ جو اپنی گلی کے مسلمانوں کی حفاظت پر متعین تھے۔ کسی نے دستی بم مار کر انہیں شہید کر دیا۔ مولانا نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں اللہ کے سپرد کر کے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان چلے آئے آپ کا نہایت عمدہ اور قیمتی کتب خانہ بھی وہیں رہ گیا، پہلے لاہور پھر گوجرانوالہ اور آخر جنوری ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ثنائی برقی پریس کا نگران اپنے پوتے مولوی رضا اللہ (مرحوم) کو مقرر کیا۔ وہیں ۱۵ مارچ بروز دوشنبہ بوقت صبح ۱۹۴۸ء کو آپ کا وصال ہوا۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں "وہ انتہائی ذہین حاضرِ جواب، مناظرہ میں چھا جانے والے تھے۔ مناظروں کے لئے بڑے لمبے لمبے سفر کرتے تھے۔ تصنیف و تالیف سے انتہائی شغف تھا۔ ولی اللہ طرزِ فکر کے حامی تھے۔ ... وہ ایک خوبصورت انسان تھے۔ رنگ سفید تھا۔ اپنی صحت اور لباس کا بڑا اہتمام کرتے تھے، وقت کی حفاظت کرتے تھے اور کام میں سخت محنت کرتے تھے۔ معلومات میں وسعت تھی۔ جمیعۃ العلماء کے بانیوں میں سے تھے۔ تحریک ندوۃ العلماء سے بھی بڑی دلچسپی تھی چنانچہ زندگی بھر اس کے ممبر بھی رہے۔ ایک مرتبہ ۱۳۲۶ھ میں ان کو مرزا غلام احمد قادیانی نے چیلنج کیا تھا کہ ان دونوں میں سے جو بھی جھوٹا ہو، اس کو موت آجائے اور اس کو طاعون اور ہیضہ جیسے امراض لاحق ہو جائیں چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی انہی امراض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے اور مولانا عرصہ دراز تک زندہ و سلامت رہے"۔ [۱]

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی لکھتے ہیں: "مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ دورِ جدید کے اہم علماء میں سے تھے ... آریوں، قادیانیوں کے خلاف مناظروں میں بڑی شہرت پائی تھی۔ ان کی تفسیر (تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن) اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ انہوں نے کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں کی تفسیر اسی سے کریں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے قرآن مجید کا مطالعہ بغور کیا ہے اور یکساں مفہوم والی آیتوں سے مطلب بیان کیا ہے"۔ [۲]

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں "مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ فنِ مناظرہ کے امام تھے۔ خوش بیان مقرر تھے۔ متعدد تصانیف کے مصنّف تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں سے پنجاب میں فتنہ پیدا ہوا تھا، انہوں نے مرزا کے خلاف صف آرائی کی، اور اس وقت سے لے کر آخر دم تک اس تحریک اور اس کے امام کی تردید میں پوری قوت صرف کر دی یہاں تک کہ طرفین میں مباہلہ ہوا کہ صادق کے سامنے کاذب نے وفات پائی۔ ... اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیرِ بے نیام ہوتا تھا۔ اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی ...... مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے۔ زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے حملہ کیا اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے۔ اللہ اس

---

[۱] علامہ عبدالحی الحسنی: نزہتہ الخواطر: حیدر آباد دکن: ۱۹۷۶: ج ۸ ص ۹۶

[۲] ڈاکٹر محمد یونس نگرامی: عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء: لکھنؤ: ۱۹۷۹: ص ۴۸

غازی اسلام کو شہادت کے درجات و مراتب عطا فرمائے"۔ امین [1]

مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد لکھتے ہیں کہ "علامہ مولانا سید سلیمان ندوی نے جوان کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے مناسب ہے کہ اسی پر اپنے مقالہ کو ختم کر دوں "۔ [2]

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں کہ " مولانا ثناء اللہ برصغیر ہند میں اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے وکیل ہیں۔ ان کی خدمات اور زہد و تقوی کو دیکھ کر ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ وہ عام آدمی نہیں بلکہ "رجل الٰہی" ہیں"۔ [3]

عبد الرشید عراقی سوہدروی لکھتے ہیں کہ " اسلام کے دفاع کے سلسلہ میں مولانا نے زبان و قلم کا سب سے زیادہ زور عیسائیوں، آریوں اور قادیانیوں کے خلاف صرف کیا اور اس سلسلہ میں آپ کی تحریری و تقریری خدمات تاریخِ اسلام کا ایک زرّین باب ہیں"۔ [4]

مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریا بادی لکھتے ہیں "مولانا کی اُردو تفسیر بھی مختصر تفسیروں میں اچھی ہے۔ لیکن عربی تفسیر کا نمبر اس سے بڑھا ہوا ہے۔ قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی سے کی ہے۔ ہم معنی آیتیں خوب یکجا مل جاتی ہیں۔ فنِ مناظرہ کے تو کہنا چاہیے امام تھے ..... حریف کی ذہنیت کی نبض شناسی میں مولانا بہت بڑھے ہوئے۔ ایسی بات ڈھونڈ نکالتے کہ آریہ سماجی ذہنیت دنگ رہ جاتی اب یاد نہیں کہ کتنے مناظرے کر ڈالے اور ہر جگہ کامیاب ہی رہتے۔ ایک جگہ

[1] علامہ سید سلیمان ندوی: یادِ رفتگاں: کراچی: ۱۹۸۳: ص ۳۷۳ بحوالہ معارف مئی: ۱۹۴۸ء

[2] مولانا فضل الرحمٰن: حضرت مولانا ثناء اللہ: لاہور: ۱۹۸۷: ص ۲۸۵

[3] علامہ رشید رضا مصری: مجلہ المنار: مصر: ۱۳۵۱ھ: جلد ۳۳: ص ۲۲۹

[4] عبد الرشید عراقی: تذکرہ ابوالوفاء، گوجرانوالہ: ص ۱۲، ۱۳۔

ایک معروف نامور سماجی مناظر نے شروع ہی میں خم ٹھونک کر کہہ دیا کہ "آپ مسلمان ہی کب ہیں جو اسلام کی طرف سے وکیل بن کر آئے ہیں۔ دیکھیے مسلمان علماء کے فتوے، یہ سب آپ کی تکفیریں ہیں"۔ یہ کہا اور میز پر ان فتووں کا ڈھیر لگا دیا۔ مولانا صبر کے ساتھ اپنی تکفیر کا ڈھنڈورا سنتے رہے۔ جب وہ کہہ چکا تو کڑک کر بولے " اچھا صاحب! میں اب مسلمان ہوتا ہوں اور آپ سب گواہ رہیں کہ میں سب کے سامنے کلمہ شہادت پڑھتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ فرمایئے اب تو کوئی عذر باقی نہ رہا مسلمان باغ باغ ہو گئے۔ آریہ مناظر سے کچھ بن نہ پڑا اور مولانا نے اپنا کام چلتا کر دیا۔ .... اللہ درجات عالی سے سرفراز فرمائے۔ معلمینِ اسلام کی بہترین مثال و نظیر اس زمانے میں تھے"۔ [1]

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں " آپ قوی الحفظ اور سریع الجواب تھے۔ مناظرہ میں ہمیشہ کامیاب رہے۔ فریقِ مخالف کو شکست دینے میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا "شیرِ پنجاب" کے لقب سے ملقب تھے۔ تصنیف و تالیف سے بڑا لگاؤ تھا۔ ... اوقات کے پابند، بلند اخلاق اور وسیع المعلومات تھے"۔ [2]

مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں کہ " آپ بھی حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسن) کے شاگردوں میں سے ہیں۔ حدیث اور قرآن پر اچھی اور وسیع نظر رکھتے ہیں۔ آریوں اور قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور متعدد مناظرے

[1] مولانا عبد الماجد دریا بادی: معاصرین: کراچی: نشریات اسلام: ص ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶

[2] سید محبوب رضوی: تاریخ دار العلوم دیوبند: دہلی: ۱۹۷۷ء: ج ۲: ص ۶۸

کئے۔ آپ کا لقب شیرِ پنجاب تھا۔ اکابر و اسلافِ دیوبند کے بہت زیادہ گرویدہ اور اخلاقی طور پر ان سے غیر معمولی انداز سے وابستہ رہے۔ اس احقر سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ہمیشہ ملاقات کے وقت مصافحہ اور معانقہ ہی پہ قناعت نہ کرتے تھے بلکہ پیشانی بھی چومتے اور بعض اوقات آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے۔" [1]

"اکابرِ دیوبند سے وابستگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ۔ ۔ ۔ ہندوستان کی تحریکِ آزادی کی جدوجہد میں ہمیشہ شریک رہے۔" [2]

[1] مولانا قاری محمد طیب قاسمی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: کراچی: ۱۹۷۲: ص ۷۱

[2] قاری فیوض الرحمٰن: مشاہیر علماء دیوبند: لاہور: ۱۹۷۶: ص ۱۱۵

مولانا ابو علی اثری لکھتے ہیں:-

"مولانا ثناء اللہ جامع الصفات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت بہت سے فضائل اور محاسن ان میں جمع کر دئے تھے۔ وہ مبشر تھے، متکلم تھے، مصنّف تھے، مناظر تھے، صحافی تھے اور انہوں نے اپنی تمام حیثیتوں سے اسلام کو فائدہ پہنچایا۔ ۔ ۔ ۔ مولانا نے دین کے مختلف شعبوں میں حصہ لینے کے ساتھ ملک کی سیاست میں بھی بہت ہی سرگرم حصّہ لیا، راولٹ ایکٹ کے بعد ان کے شہر امرتسر میں کانگریس کے اجلاس کے ساتھ حکیم اجمل خاں کی صدارت میں مسلم لیگ کا جو سالانہ اجلاس ہوا تھا اس کی مجلس استقبالیہ کے صدر خود مولانا ہی تھے اور اپنے شہر میں مسلم لیگ کے تمام قائدین کا انہی نے استقبال کیا تھا اور بہت ہی پر مغز خطبہ استقبالیہ پڑھا تھا۔

ندوۃ العلماء لکھنو کے بھی وہ پر جوش رکن تھے۔ اس کے جلسوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔" [1]

[1] مولانا ابو علی اثری: چند رجال اہل حدیث: گوجرانوالہ: ۱۹۸۶ء ص ۵۲-۵۳ (سے اقتباس)

ڈاکٹر سیّد حامد حسن بلگرامی

آپ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے (آنرز) ایم۔اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری الہ آباد (بھارت) سے حاصل کی۔
۱۹۳۷ء میں ڈیرہ دون سکول میں ماسٹر تعینات ہوئے، اور وہیں ۱۹۴۸ء تک ہاؤس ماسٹر متعین رہے۔
آپ افریقن سٹیڈیز، لندن یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات، شعبہ ثقافتِ ہندوستان و پاکستان اور سیلون کے اورینٹل سکول میں لیکچرر بھی رہے۔
۱۹۵۳ء میں پاکستان لوٹے اور پلاننگ کمیشن، حکومتِ پاکستان کے ڈپٹی چیف آف ایجوکیشن رہے۔ اور اسی دوران ۱۹۵۳ء - ۱۹۶۲ء تک سربراہ بھی رہے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے کوئٹہ کی اکیڈیمی آف اسلامک اسٹڈیز کا نظم و نسق سنبھالا۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۹ء تک اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر رہے۔
عالمیہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے ۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۸ء تک ڈائریکٹر رہے۔
بیورو آف اسلامک ریسرچ و پبلیکیشن کے چیف بھی رہے۔
پبلک سکول حیدر آباد کو از سرِ نو منتظم کیا اور اس کے پرنسپل بھی رہے۔
آپ فیلو اپ کیٹی۔ عالمی مرکز اسلامی تعلیم مکہ کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ پہلی عالمی کانفرنس مسلم ایجوکیشن شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۰ء تک پروفیسر رہے۔
آپ فی الحال مشیر برائے مرکز اسلامی تعلیم مکہ، تعینات ہیں۔

مولانا حبیب اللہ نعمانی

۱۸۷۲ — ۱۹۵۴ء

آپ نظام دین کے فرزند تھے۔ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے
مختلف اساتذہ سے دینی علوم کی تحصیل کی۔ پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ اور ترقی پاتے پاتے تھانیدار ہو گئے۔ پھر از خود اس محکمہ کو ترک کر دیا۔ اور امرتسر میں دکان کھول لی۔
قیام پاکستان کے بعد چک ۸۶/۵ آر ہارون آباد میں سکونت اختیار کی
۱۹ کتابوں کے مصنف تھے۔
تفسیر نعمانی آپ کی یادگار ہے۔ [1]

---

[1] ملخص فیروز سنز: انسائیکلوپیڈیا،
واختر راہی: علمائے پنجاب: لاہور: ج ۱ ص ۱۵۵

مولانا حبیب اللہ مردانی

آپ مولانا امان اللہ خاں صاحب (م ۱۳۲۴ھ) کے فرزند ہیں۔ ۱۲۹۵ھ کو "زروبی" تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم گھر پہ حاصل کی، پھر ڈاگی ضلع مردان میں مولانا عبدالحکیم اور مولانا محمد صدیق سے تکمیل کی۔

فراغت کے بعد اپنے گاؤں میں چالیس سال، مکھڈ ضلع کیمبلپور میں ۵ سال اور دارالعلوم اسلامیہ مردان میں ۹ سال تک اعلٰی تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں میں ہیں۔ آپ پڑھاتے وقت کتاب کو نہیں دیکھتے تھے۔ بلکہ زبانی پڑھاتے تھے۔ آپ اپنے علاقہ کے "استاد کل" تھے۔

آپ نے ھدایہ، خیالی اور شرح ملا جامی پر حواشی لکھے ہیں۔ جو ابھی تک قلمی صورت میں آپ کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔

آپ نے پشتو زبان میں پورے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے۔

آپ کا ۱۳۶۸ھ کو وصال ہوا۔

جناب مولانا حسین بخش صاحب

بانی جامعہ علمیہ باب النجف جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں۔

آپ ۱۹۲۰ء میں موضع جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ جاڑا خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں ڈل سکول کوہاٹ جائی (قریبی قصبہ) سے ڈل کا امتحان پاس کیا۔ پھر دینی تعلیم کے حصول کے لئے چک نمبر ۳۸ خانیوال ضلع ملتان میں جناب سید محمد باقر (مرحوم) صاحب سے ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں پھر مختلف شیعہ وسنی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی معقولات کی آخری کتابیں مدرسہ حسینیہ اہنی ضلع گجرات میں پڑھیں۔ اور شیعہ فقہی کتب مولانا مفتی جعفر حسین صاحب آف گوجرانوالہ اور مولانا سید محمد یار شاہ صاحب آف علی پور ضلع مظفر گڑھ سے پڑھیں۔

۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے عراق تشریف لے گئے۔ اور وہاں آقا سید محسن الحکیم الطباطبائی۔ آقا سید حسین الحمامی، آقا میرزا محمد حسن ایزدی، آقا مرزا محمد باقر زنجانی، آقا سید ابوالقاسم خوئی، آقا محمد محمود الشاہرودی، اور آقا عبداللہ شیرازی سے اصول فقہ اور فقہ کی آخری تعلیم حاصل کر کے انہی حضرات سے اجتہاد کی اسناد حاصل کیں۔

۱۹۵۵ء میں عراق سے واپس آگئے اور اسی سال جامعہ علمیہ باب النجف جاڑہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۶۲ء تک وہاں تدریس کی مالی مشکلات کے باعث اپنی جگہ مولانا غلام حسن صاحب فاضل عراق کو تدریسی

امور سونپ دیئے اور خود مدرسہ کی مالی کفالت کا بیڑا اٹھایا۔ آپ نے جامع "المنتظر" لاہور، جامعہ امامیہ لاہور، مدرسہ دارالعلوم جعفریہ خوشاب ضلع سرگودہا میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں۔ آج کل دارالعلوم محمدیہ سرگودہا میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پنجاب کے متعدد علماء شیعہ آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کی تصانیف میں "تفسیر انوار النجف" (گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں تین باقی ہیں) لمعتہ الانوار" (شیعہ عقائد کے موضوع پر) واقعات شہادت حضرت امام حسین رضؓ پر ایک کتاب "اصحاب الیمین" اور خلافت و ملوکیت (از مولانا مودودی صاحب) کا جواب شیعی نقطہ نگاہ سے "امامت و ملوکیت" کے نام سے لکھا ہے

یہ تمام کتابیں مطبوعہ ہیں۔

آپ کی اولاد محمد باقر صاحب ہیں جو طبیہ کالج لاہور میں پڑھ رہے ہیں۔

مولانا حسین علی

مولانا حسین علی بن حافظ میاں محمد حنفی نقشبندی ۱۲۸۳ھ کو واں بھچراں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی، دورۂ حدیث کی تکمیل علامہ رشید احمد گنگوہیؒ سے کی، مولانا احمد حسن کانپوری سے بھی استفادہ کیا۔

وطن آکر عمر تدریس میں صرف کر دی، علم تفسیر سے خاص لگاؤ تھا۔

آپ کے تلامذہ میں پاکستان کے بڑے بڑے علماء کے نام آتے ہیں۔ آپ نے سلوک کی تحصیل خواجہ عثمان دامانیؒ سے کی اور خلافت ان کے فرزند حافظ سراج الدین سے حاصل کی، آپ کی پندرہ کے قریب تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، اور تصوف و سلوک کے موضوعات پر تصانیف ہیں۔ بخاری و مسلم پر اپنے استاذ مولانا گنگوہیؒ کے درسی افادات کو آپ نے قلمبند کیا ہے۔

رجب ۱۳۶۳ھ میں وصال ہوا۔

تفسیر بتبیان

یہ تفسیر مولانا حسین علی کی تالیف ہے۔

اس میں قرآن مجید کی تمام سورتوں کا خلاصہ الگ الگ دیا گیا ہے۔

آپ کی تفسیر ہی میں ایک دوسری تفسیر "بے نظیر" بھی ہے۔

حمید نسیم

پیدائش :۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء

تعلیم :۔ ایم ۔ اے انگریزی، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۴۱ء دو برس کے لئے
ایم ۔ اے فلسفہ کی تعلیم اسلامیہ کالج لاہور میں پائی ۱۹۴۲-۴۳ء

ملازمت :۔ ریڈیو پاکستان :۔ بحیثیت پروگرام پروڈیوسر ۱۹۴۴ء،
۱۹۷۱ء میں ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل کے عہدے سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی۔
۱۹۷۳ء سے تاحال مشیر مذہبی اور ثقافتی نشریات پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن
ملازمت کے دوران فرائض منصبی کی ادائیگی میں امریکہ، روس، برطانیہ، جاپان،
جرمنی، فرانس، فلپائن، تھائی لینڈ، کینیا، مصر، عراق، ایران، سنگاپور، ہانگ کانگ،
لبنان، ہالینڈ اور دوسرے مغربی اور مشرقی ممالک کا سفر کیا اور وہاں کے فکری اور
معاشرتی رجحانات کا دقت نظر سے مطالعہ کیا۔

۱۹۵۵ء میں سات مہینے کیلئے بی، بی سی سے تدریسی پروگرام کے تحت وابستہ رہے
۱۹۶۴ء میں امریکہ کی برینڈائس یونیورسٹی میں ٹیلی ویژن کے تربیتی کورس میں شریک
ہوئے اور چار مہینے تک امریکہ کے طول و عرض کا مطالعاتی دورہ کیا۔
۱۹۶۷ء میں پاکستان کے قومی ثقافتی وفد کے قائد کی حیثیت سے روس کا دورہ کیا۔
اور تاشقند، سمرقند سے ریگا اور لینن گراڈ تک مطالعاتی دورہ کیا۔
براڈکاسٹر، نقادِ ادب اور شاعر کی حیثیت سے آپ ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

تعارف الفرقان (جلد اوّل)

مفسر :۔ حمید نسیم ۔

"تعارف الفرقان" قرآن حکیم کی، بالکل بدیعی اسلوب اور نئی نہج کی تفسیر ہے
جو عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں رقم کی گئی ہے اور عصر حاضر کے نظریاتی و معاشرتی
مسائل اور مستقبل کے متوقع ہمہ جہتی تقاضوں کا اطمینان بخش اور جامع حل پیش کرتی
ہے، مفسر نے تمام مشہور ادیان اور فلسفہ شرق و غرب کے اہم مکاتب کا نہایت
ارادت اور ادب سے مطالعہ کیا ہے اور اسلام کی ابدی تعلیمات، اعلیٰ اقدار اور زندہ
نظریات کا دیگر افکار سے منصفانہ تقابل کیا ہے تاکہ قاری کو انتخاب و تعین اصول حیات
میں سہولت ہو۔

ممتاز دانشوروں، صحافیوں اور اہل علم و قلم کی متفقہ رائے ہے۔ کہ
تعارف الفرقان ایک علمی کارنامہ ہے ۔

حمید نسیم صاحب کو اس عظیم کام سے سلسلہ میں محمد طاسین ہزاروی
کا تعاون حاصل ہے۔ خود لکھتے ہیں "انہی کے اشارے سے اس کام عظیم
کی ابتداء ہوئی ان کی ہدایت پر یہ کام مکمل ہُوا یہ کہنا اعتراف حقیقت کے
سوا کچھ نہیں کہ قلم میرا تھا ۔

مولانا محمد حنیف ندوی

آپ دس جولائی کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا محمد اسماعیل سلفی سے حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں لکھنو گئے اور وہاں دارالعلوم ندوۃ العلما میں داخلہ لیا، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اور دیگر ممتاز علماء سے تکمیل کی۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور آئے اور مسجد مبارک اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں خطیب مقرر ہوئے اور درسِ قرآن دیتے رہے۔ ۱۹۴۹ء میں انہوں نے مولانا محمد اسحاق بھٹی کے قلمی تعاون سے ہفت روزہ "الاعتصام" جاری کیا، یہ ایک دقیع علمی پرچہ تھا، مولانا کے قلم سے اس میں فکر انگیز مقالے شائع ہوئے ۱۹۵۱ء میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے وابستہ ہوئے، ان کی ۳۲ گرانقدر تصانیف ہیں، ان کی اعلیٰ دینی و علمی خدمات کے پیش نظر انہیں ستارۂ امتیاز دیا گیا۔ ان کا سب سے زیادہ عظیم الشان کارنامہ تفسیر قرآن ہے جو سراج البیان کے نام سے چھ جلدوں میں پندرہ مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ وہ لسان القرآن کے نام سے قرآن کریم کا توضیحی اور جامع لغت لکھ رہے تھے، جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء بروز اتوار پونے دس بجے شب انتقال ہوا، اولادمیں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب (کیمبلپور)

ولادت آپ یکم فروری ۱۹۱۳ء کو شمس آباد ضلع کیمبلپور میں حضرت غلام جیلانی صاحب (م ۱۳۴۸ھ) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بہترین عالم و فاضل اور علاقہ کے مفتی تھے۔ انہوں نے تیس (۳۰) سے زائد کتابیں لکھیں، ان کے مفصل حالات "چودھویں صدی کا محی الدین" نامی کتاب میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم آپ نے ناظرہ قرآن مجید خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب سے پڑھا۔ ۱۹۲۰ء کو ورنیکلر مڈل سکول شمس آباد کی جماعت ادنیٰ میں داخل کروائے گئے، ۱۹۲۰ء میں اسی سکول سے ورنیکلر مڈل کا امتحان پاس کیا، مڈل کے امتحان کے بعد آپ دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابتدائی درسی کتابیں اپنے والد صاحب اور چچا مولانا غلام ربانی صاحب سے پڑھیں۔ پھر علاقہ کے جید علماء حضرت مولانا الحاج عبدالرحمٰن صاحب تلمیذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود صاحب، مولانا سعدالدین صاحب تلمیذ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولانا عبداللہ جان صاحب سے تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا، ایک سال کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، لیکن چند احباب کے مشورہ سے عازم ڈابھیل (سورت) ہو گئے۔ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا وہاں وہ آخری سال تھا، ان کے درس بخاری شریف میں شرکت کی سعادت

نصیب ہوئی۔

ایک سال تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۵۳ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے بخاری و ترمذی حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزارویؒ سے مسلم شریف، حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب سے ابوداؤد شریف، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی سے طحاوی شریف، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب سے شمائل ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے مؤطا امام محمدؒ اور مولانا مفتی ریاض الدین صاحب سے موطا امام مالکؒ پڑھیں، سالانہ امتحان دے کر واپس شمس آباد آ گئے ۱۹ ذلیقعد ۱۳۵۳ھ کو نتیجہ نکلا، نتیجہ کے کارڈ پر آپ کے حاصل کردہ نمبر یہ تھے۔

بخاری شریف ۴۹/۵۰، ترمذی شریف ۵۰/۵۰، نسائی شریف ۵۰/۵۰، ابن ماجہ ۴۲/۵۰، ابوداؤد ۵۰/۵۰، طحاوی ۴۹/۵۰، شمائل ترمذی ۴۵/۵۰، مؤطا امام محمد ۵۰/۵۰، مؤطا امام مالک ۵۰/۵۰۔[۱]

قیام دارالعلوم دیوبند کے واقعات

اسی سال (۱۳۵۳ھ) مولانا ظفر علی خان مرحوم، نے بمع ساسمیت تمام ہندوستان کا دورہ کیا، جس کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایوانِ تجارت کا قیام بتایا گیا، وہ جاتے ہوئے دارالعلوم میں تھوڑی دیر ٹھہرے، علمائے دیوبند اور طلبہ نے ان کا شاندار استقبال کیا اور مہتمم صاحب کے کمرہ میں ان کو بٹھایا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ان کے اکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جدید دارالحدیث میں استقبالیہ جلسہ ہوا جس میں معزز مہمان کو نظماً و نثراً "خوش آمدید" کہا گیا، حضرت مولانا عرض محمد صاحب خلیفہ مجاز حضرتِ لاہوری بھی حضرت قاضی

[۱] بحوالہ مکتوب نمبر ۱۹۶۱

صاحب کے ساتھ دورۂ حدیث میں شریک تھے۔ ان کی فرمائش پر آپ (قاضی صاحب) نے بھی چند اشعار لکھے جن کو بعد میں مولانا عرض محمد صاحب نے ہی پڑھا۔ ایک مصرع پر خوب داد ملی، وہ یہ تھا ؎

"ان ہی کی ذاتِ اقدس سے بشیر الدین نالاں ہے"

جواب میں مولانا ظفر علی خان نے دیوبند پر درج ذیل نظم سنائی۔

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند — ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
ملتِ بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند — حکمتِ بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دوچند
اسم تیرا بامسمیٰ، ضرب تیری بے پناہ — دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند
تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جاں سے نثار — قرنِ اول کی خبر لائی تری الٹی زقند
تو علم بردار حق ہے، حق نگہبان ہے تیرا — خیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو — کر لیا ان عالمانِ دین قیم نے پسند
جان کر دینگے جو ناموسِ پیغمبر پر فدا — حق کے رستے پر کٹا دیں گے جو اپنا بند بند
کفر نا چاہن کے آگے بارہا نگنی کا ناچ — جس طرح جلتے توے پر رقص کرلے ہے سپند
اس میں قاسم ہوں کہ انور شاہ کہ محمود الحسن — سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند
گرمئ ہنگامہ تیری ہے حسین احمد سے آج — جن سے پرچم ہے روایاتِ سلف کا سربلند

دوسرا واقعہ مولانا سید فضل علی شاہ مسکین پوری کا دارالعلوم دیوبند میں ورود ہے۔ اکثر مسلمان جانتے ہیں کہ خانقاہ سراجیہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) سے ہادیوں کا جو قافلہ نکلا ان میں حضرت مسکین پوری کا نام جلی حروف میں لکھا ہوا ہے، انہوں نے خانقاہ مدنیؒ میں طلبہ کو توجہ دی اور کئی خوش بخت بیعت ہوئے۔

اپنے وطن میں

آپ شعبان کے آخر میں دارالعلوم دیوبند سے شمس آباد پہنچے تھے، حسنِ اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا۔ نماز پڑھانے

والا کوئی نہ تھا، آپ کو بلایا گیا، آپ نے نمازِ جمعہ پڑھائی، محلہ والوں نے آپ سے امامت کی درخواست کی تو اس نے اسے اس شرط پر قبول کرلیا کہ ماہانہ کچھ نہ لوں گا اور جب جی چاہا چلا جاؤں گا۔

امامت وخطابت کے ساتھ آپ نے یہاں "مدرسہ محمدیہ" کی بنیاد رکھی جس میں حفظِ قرآن اور درس نظامی کی تدریس کا کام شروع ہوا۔ آپ نے دورۂ حدیث کے علاوہ درسِ نظامی کی مختلف کتب پڑھائیں۔ آپ کی قائم کردہ یہ یادگار اب تک موجود ہے۔

جمعیتہ العلماء کا قیام

علاقہ کے علماء گو حق پرست تھے، لیکن ان کی کوئی تنظیم نہ تھی، ۱۹۳۶ء میں آپ نے جمعیتہ علمائے ہند کی شاخ کے طور پر "جمعیتہ علمائے اٹک" کے نام سے جمعیتہ کی بنیاد رکھی، افتتاحی جلسہ میں تعارفی خطاب آپ ہی نے کیا، جمعیتہ العلماء کے اہم مقاصد میں ایک مفتی کا تقرر اور فتوٰی کی تصویب کے لئے ایک بورڈ مقرر کیا گیا۔ اور سیاسی مسلک میں جمعیتہ کے منشور پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

حج

۱۹۳۹ء میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو حج کی سعادت بخشی، آپ نے سندھیا کمپنی کے جہاز "الھند" کے ذریعہ سفر کیا، آمدورفت کا کرایہ صرف ۶۴/- روپے تھا۔ جاتے ہوئے حضرت مولانا قطب الدین غور غشتوی اور آتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی رفاقت میسر ہوئی۔

۱۹۴۰ء میں بنگال کا سفر کیا، وہاں آپ کے والد صاحب کے کافی عقیدتمند تھے۔ آپ نے ۱½ ماہ تک وہاں قیام کیا اور تبلیغ دین کی۔

ڈلوال ضلع جہلم کے مدرسہ خادم العلوم میں ایک سال سے زائد خطابت اور تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

پہلی مؤتمر عالم اسلامی میں

پاکستان کے منصہ شہود پر آنے کے بعد، عالمِ اسلامی کے ساتھ روابط قائم کرنے کے لئے کراچی میں پہلی مرتبہ موتمر عالم اسلامی وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان شہیدؒ کی زیر صدارت منعقد ہوئی، آپ کو بھی لطور مندوب شرکت کی دعوت ملی، وہاں آپ نے عربی زبان کی اہمیت پر ایک مقالہ پڑھا۔

اسلامی آئین کی تدوین

قیام پاکستان کے بعد، پنجاب میں پہلی وزارت نواب ممدوٹ صاحب کی تھی، انہوں نے ایک محکمہ "تعمیر ملت" کے نام سے قائم کیا جس کے ڈائریکٹر نومسلم علامہ محمد اسد جرمنی مقرر ہوئے۔ جن کے تقرر سے نواب صاحب یہ چاہتے تھے کہ آئین اسلامی مرتب کیا جائے۔ چنانچہ علامہ صاحب نے ایک ماہنامہ "عرفات" جاری کیا اور ایک آئین مرتب کیا جو اردو اور انگریزی میں طبع ہوا۔ اس کا نام "الدستور الاسلامی" رکھا گیا، اس میں ایک دفعہ یہ بھی رکھی گئی تھی کہ "کسی غیر مسلم کو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ البتہ غیر مسلم اپنے ہم مذہبوں میں اپنے دین کی تبلیغ اور تعلیم واشاعت کر سکے گا"۔

دستور کی تدوین میں وہ آپ سے بعض اوقات مشورہ طلب کیا کرتے۔ ۲۶ جون ۱۹۴۸ء کے ایک خط میں علامہ محمد اسد صاحب یوں لکھتے ہیں "ومن فضلکم اخبرونی عن رایکم فی عرفات وخصوصاً فی مقالتی فی اصول الدستور الاسلامی"۔ کہ ازراہِ کرم مجھے "عرفات" اور خصوصاً میرے مقالہ "اصولِ دستور اسلامی" کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیے"۔

کل پاکستان اہلسنت والجماعت

برصغیر میں اہلسنت والجماعت کی تنظیم اور حقوق کے لئے جن مخیر حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں سردار احمد خان پتنانی مرحوم

کا نام نامی سر فہرست ہے۔ اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ مولانا سید نورالحسن صاحب بخاری مقرر ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد کا دفتر چوک جھنڈا لاہور منتقل ہوگیا۔ مجلسِ مشاورت کے فیصلہ پر کل اہلسنت کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے ناظم استقبالیہ آپ تھے۔ آپ نے اس سہ روزہ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں بھرپور محنت کی اور وہ رنگ لائی، اس کانفرنس میں آپ نے جہاد کے موضوع پر ایک مقالہ بھی پڑھا جو بعد میں شائع ہوا

خطابت مرکزی جامع مسجد

آپ اہلسنت کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے کہ مرکزی جامع مسجد کیمبلپور کی مجلسِ منتظمہ نے اپنے طور پر آپ کو خطیب مقرر کر کے لاہور اطلاع کردی آپ نے دینی مصلحت کے پیش نظر اسے قبول فرمالیا اور جزوی طور شمس آباد سے کیمبلپور منتقل ہو گئے۔

اسی اثناء میں ۱۹۵۲ء میں آپ نے دوسرا حج کیا، اس بار اندرونِ حجاز بتوسط علامہ عبدالحمید الخطیب (مرحوم)، سفیر سعودی عرب برائے پاکستان کے آپ سرکاری مہمان رہے اور سب مصارف حکومتِ سعودی عرب نے ادا کیے۔

جامعہ اسلامیہ کی صدر مدرسی

جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کے بانی پیر سید مہربان شاہ صاحب آپ کے مہربانوں میں سے تھے، ان کی طرف سے آپ کو جامعہ میں بطور صدر مدرس کام کرنے کی دعوت دی گئی۔ جسے آپ نے مستقل آدمی کے آنے تک منظور فرمالیا صبح جاتے اور ظہر کے وقت واپس کیمبلپور آجاتے تھے۔

وہاں بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس ۱۹ جنوری ۱۹۵۳ء تک دیتے رہے۔

ہفت روزہ آذان کا اجراء

تقسیم ملک سے پہلے لکھنؤ سے ایک ہفت روزہ "پیام اسلام" نکلتا تھا۔ جس کی ادارت پادری مشتاق احمد پال نومسلم کے ہاتھ تھی۔ آپ نے ان کی اعانت کے لئے "ادارت اعلیٰ" منظور کر رکھی تھی۔ صحافتی زندگی کی طرف آپ کا یہ پہلا قدم تھا۔ تقسیم ملک کی وجہ سے جب یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا تو آپ نے کیمبلپور سے ایک ہفت روزہ "آذان" جاری کیا جو آپ کے سرکاری ملازمت میں آجانے کی وجہ سے بند ہوگیا۔

سرکاری ملازمت

قیام پاکستان کے بعد اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ نوجوان طبقہ کو جدید تعلیم کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیم دی جائے تاکہ قیام پاکستان کا تصور پورا ہو سکے، اس سلسلہ میں پشاور یونیورسٹی نے پہل کی اور اپنے ملحقہ کالجوں کے لئے عربی اور اسلامیات کے لیکچررز کے لئے انگریزی تعلیم کو زائد شرط قرار دے دیا۔ درخواستیں مانگی گئیں تو آپ نے بھی اکابر کے مشورہ سے درخواست دے دی۔ پہلا انٹرویو ایبٹ آباد میں دیا جس کے نتیجہ کے طور پر آپ کو اطلاع دی گئی کہ "آپ اس پوسٹ کے لئے مناسب نہیں ہیں۔ پھر اطلاع دی جائیگی"۔

ڈی۔آئی۔خان کالج کے عربی کے پروفیسر صاحب انتقال کر جانے کی وجہ سے وہ جگہ خالی ہوئی تو آپ کو انٹرویو کے لئے پشاور بلالیا گیا، یہ انٹرویو ڈاکٹر حسینی مصری صدر شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی نے لیا تھا، جس میں آپ کو کامیاب قرار دیا گیا، آپ نے مسجد کی خطابت سے استعفیٰ دے کر ۱۹ جنوری ۱۹۵۳ء کو سرکاری ملازمت کا آغاز کیا، چند ماہ گورنمنٹ کالج ڈی۔آئی خان میں رہے، پھر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں تبدیلی ہوگئی، ۳۰ جون ۱۹۶۲ء کو گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد سے گورنمنٹ کالج کیمبلپور میں تبدیلی ہوئی اور پھر اسی کالج سے ۱۲ مارچ ۱۹۷۰ء کو ریٹائر ہوئے۔

قیامِ ایبٹ آباد کے دوران آپ ایبٹ آباد کی جدید وقدیم کی مساجد میں درسِ قرآن دیتے رہے، مسجد کابیاں میں بھی درس شروع کیا تھا لیکن مکمل نہ ہوسکا۔ یہ درس نماز فجر اور نماز عشاء کے بعد ہوتے تھے۔ ساتھ ہی مسجد پولیس لائنز میں برابر آٹھ سال تک آپ نے اعزازی طور پر خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ جامع مسجد قلندر آباد کی تعمیر کی بات اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل میں ڈالی، تعمیر کا سارا کام آپ نے حاجی رحمت اللہ صاحب ٹیڈ ماسٹر ایبٹ آباد کے حوالے کر دیا۔ حاجی صاحب نے محنت ومحبت سے اس مسجد کو مکمل کروادیا۔

تصنیفی خدمات

اللہ تعالےٰ نے آپ کو علم وعمل کے ساتھ لکھنے کی بھی اعلیٰ صلاحتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ کو دلائل کی روشنی میں لکھنے کی خوب مہارت ہے۔ اب آپ کی تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ خلافت اولیٰ۔ (جس میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کو بدلائل ثابت کیا گیا ہے)

۲۔ شانِ رسول۔ (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع سیرت اردو پانچواں ایڈیشن، گجراتی پہلا ایڈیشن)

۳۔ اصلاحِ رسوم۔ بدعات کی اصلاح پر، مصدقہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ

۴۔ اسلام ۔ ارکان اسلام پر تعلیمی رسالہ ہے۔

۵۔ عقائدِ حقّہ ۔ عقائد علمائے دیوبند پر مدلل رسالہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا مصدقہ ہے

۶۔ اصولِ حسینی ۔ اصول الشاشی کا خلاصہ فارسی نظم میں، زمانہ طالب علمی کی یادگار

۷۔ البدر الحل الصدرا۔ شرح ہدایتہ حکمت۔ صدرا کا اردو میں آسان حل جس پر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی تقریظ ثبت ہے۔ ۱۹۳۶ء میں طبع ہوا۔

۸۔ ضرورۃ القرآن۔ (دو جلدوں میں) یہ ایک پادری کے رسالہ عدم ضرورۃ القرآن کا جواب ہے۔ اس پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اظہار رائے کرتے ہوئے لکھا کہ "میرے نزدیک دورِ حاضر کی مفید ترین تصانیف میں سے ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ مسلمان اسے پڑھیں اور نوجوانوں کو قرآنی تعلیم سے واقف کرنے کے لئے دینیات کے نصاب میں داخل کی جائے"۔

۹۔ احکام القرآن ۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۱۰۔ معارف القرآن۔ ترجمہ وتفسیر پر اردو زبان میں پہلی کتاب ہے، شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے اس بارے میں فرمایا کہ "اس کتاب کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے"۔ علمائے مصر کی مصدقہ ہے۔

۱۱۔ اصول ترجمۃ القرآن ۔ مطبوعہ ۱۹۵۲ء۔ اس کتاب پر علامہ سید سلیمان ندوی کی تقریظ ہے۔

۱۲۔ خلاصہ فقہ اسلامی۔

۱۳۔ ضرورت حدیث۔ یہ فتنہ انکار حدیث کا مدلل رد ہے۔

۱۴۔ احسن الفوائد لحل شرح العقائد۔ مصدقہ علاّمہ محمد ابراہیم بلیاویؒ استاذ دارالعلوم دیوبند۔

۱۵۔ تذکرۃ المفسرین ۔ عالمِ اسلامی میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ ملکی علماء کے علاوہ مصری علماء کی بھی مصدقہ ہے۔

۱۶۔ دینی لغات ۔ قرآن مجید، حدیث، فقہ وتفسیر کے اکثر لغات کا اردو زبان میں پہلا جامع حل مطبوعہ جلد ج تا ش۔ اس پر علامہ شمس الحق افغانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تقریظ موجود ہیں۔

۱۷۔ جواہر البخاری علی اطراف البخاری ۔ الابواب التراجم پر مکمل اردو کتاب۔ مصدقہ مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی علامہ السید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا

نیر محمد صاحب، صرف پارہ اوّل ہی مطبوعہ ہے۔ باقی باقی ہے۔

۱۸۔ رحمتِ کائنات۔ حیات سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدلل کتاب۔ پانچواں ایڈیشن

۱۹۔ آئینِ وراثت۔ مشکل موضوع کا آسان حل، جس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ "ایسی کتاب کسی زبان میں بھی میری نظر سے نہیں گزری"۔

۲۰۔ شانِ صحابہ کرامؓ۔ قرآنی آیات کی روشنی میں صحابہ کرام کی شان بیان کی گئی ہے۔

۲۱۔ نجات دارین۔ تصوف علی منہاج النبوۃ پر اردو زبان میں پہلی کتاب۔

۲۲۔ جوھر الدین۔ یہ عقائد اسلامیہ پر علامہ عبدالحمید الخطیب مرحوم سفیر اوّل سعودی عرب برائے پاکستان کی ایک کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ ہے۔

۲۳۔ تفسیر تعلیم القرآن۔ یہ سورہ نساء تک ہے، عام فہم انداز میں، بغیر کسی تفسیری مباحث کے تفسیر القرآن۔

۲۴۔ مردِ مومن۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کی سوانح، اس عبدالحمید خاں صاحب کو آپ کا تعاون حاصل رہا ہے جس کا صفحہ ۵، ۶ پر خود انہوں نے اعتراف کیا ہے

۲۵۔ دُرّہ زاہد بر فرقہ احمدیہ۔ یہ قادیانیوں کے ساتھ ایک مناظرہ کی روداد ہے۔

۲۶۔ سنۃ الانبیاء۔ اس میں داڑھی کی سنت الانبیاء ہونے کے دلائل ہیں۔ مولانا مودودی کے اس نظریہ کہ "داڑھی رکھنا حضور کا ذاتی فعل تھا" کے علمی دلائل سے تردید کی گئی ہے۔

۲۷۔ رسالہ مدینہ۔ تراجم بخاری، اصول مرتبہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عربی شرح۔

۲۸۔ رحمتوں کا خزانہ۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران اس کی اشاعت ہوئی اور افواجِ پاکستان میں تقسیم کی گئی۔

۲۹۔ گانا بجانا۔ قرآن سنت کی روشنی میں" یہ جعفر پھلواری کی کتاب

"موسیقی اور اسلام" کا رد ہے۔ چوتھا ایڈیشن

۳۰۔ مقامِ محمود۔ اس میں حضورﷺ کی شفاعت کا بیان ہے۔

۳۱۔ رحمت کا غضب (۳۲)۔ پیام اسلام (۳۳) خطرناک انقلاب

۳۴۔ آذانِ حجاز (۳۵) بھوک اور اسلام (۳۶) آنادِ آخرت (۳۷) صدا بہار (۳۸) رہنمائے ترجمۃ القرآن مطبوعہ تعلیم القرآن ٹرسٹ راہوالی، گوجرانوالہ۔

(۳۹) انوول موتی (۴۰) رسولوں کا کام (۴۱) پاک بندے (۴۲) مرزائیت ۔ علم و عقل کی روشنی میں (۴۳) براۃ امام از افتراءِ پیغام (۴۴) محبوب زبان عربی کی ضرورت (۴۵) درس قرآن ۔ ۴ جلدوں میں مرتبہ عثمان غنی صاحب واہ کینٹ (۴۶) واہ کینٹ کا درس حدیث بنام "انوار الحدیث (۴۷) درس حدیث جامع مدینہ کیمبلپور۔ ان کے علاوہ بیسیوں قلمی مسودات موجود ہیں۔ شرح مسلم معارف علامہ محمد رسول خاں صاحب ہزارویؒ کے اور قلم آپ کا۔

صحافتی زندگی

تقسیم ملک سے پہلے "پیام اسلام" لکھنو کے چیف ایڈیٹر رہے تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۰ء میں کیمبلپور سے ایک ہفت روزہ "آذان" جاری کیا جو ملازمتِ سرکار میں آجانے کی وجہ سے بند ہوگیا۔

۱۹۷۱ء میں ایک ماہنامہ" الارشاد "کیمبلپور سے جاری کیا، جو اب تک ماشاء اللہ کامیابی سے نکل رہا ہے۔

صوفیانہ مسلک

آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دستِ حق پرست پہ بیعت کی۔ یہ بیعت سلسلہ صابریہ چشتیہ میں تھی، منازلِ سلوک جاری تھیں کہ ملک تقسیم ہوگیا اور پھر ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنیؒ کا وصال ہوگیا۔

۱۹۶۰ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ۔ مولانا شفیق الرحمٰن

صاحب خطیب جامع کہیال ایبٹ آباد کی دعوت پہ تشریف لائے تو آپ سے یوں مخاطب ہوئے " میں چاہتا ہوں کہ طریقہ قادریہ میں تیری تکمیل کرادوں " میں نے اسے غنیمت سمجھا، حضرت نے آپ کو روحانی سبق دیئے اور سینے پھر ۱۵ مئی ۱۹۶۱ء کو جب حضرت لاہوریؒ آخری مرتبہ ایبٹ آباد تشریف لائے تو سالار منزل میں نمازِ فجر سے پہلے آپ کو اجازتِ بیعت اور اپنے معمولاتِ خصوصی سے نوازا ۔

اولاد

آپ کی اولاد میں بڑے حافظ قاری محمد ارشد الحسینی صاحب ہیں

آپ آجکل جامع مدینہ کیمبلپور کے خطیب ہیں ۔واہ ، اور پشاور میں درسِ قرآن وحدیث ماہانہ دیتے ہیں ، ماشاءاللہ خوب دینی کام کر رہے ہیں ۔

آسان تفسیر

یہ مولانا محمد زاہد الحسینی کے قلم سے ہے ۔ قرآن مجید کی مختصر مگر جامع اور آسان تفسیر ہے ۔اس کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں۔

پہلی جلد سورہ فاتحہ اور البقرہ پر مشتمل ہے ۔

اس کے ۱۸×۲۲ سائز کے ۳۲۸ صفحات ہیں ۔

دوسری جلد آلِ عمران کی ہے ۔اسی سائز کے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔

تیسری جلد سورہ النساء کے لئے خاص ہے ۔اس کے اسی سائز کے ۲۲۴ صفحات ہیں ۔ ناشر دارالارشاد اٹک ہے ۔

مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی ایم۔ اے

آپ مولانا مفتی اشتفاق الرحمٰن صدیقی کاندھلوی ؒ کے فرزند ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور ٹنڈوالہیار سندھ میں مقیم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پہ ہوئی، پھر دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہیار سے فارغ ہو کر نکلے، اس دارالعلوم کے شیخ الحدیث آپ کے والد گرامی تھے پھر جامعہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی بھی رہے۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا عبدالرشید نعمانی اور مولانا محمد مالک صدیقی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کا امتحان امتیاز سے پاس کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا۔

ایک مصری استاذ شیخ محمد یوسف عطیہ سے بھی استفادہ کیا۔ اور عربی ادب کا خاص ذوق حاصل ہُوا۔

آپ نے عربی سے اردو میں جن کتابوں کا ترجمہ کیا ہے ان میں درج ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عقد الجید از شاہ ولی اللہ ؒ۔ بلوغ المرام۔ سیرۃ الخلفاء از خضری بک، مشکلاتنا فی ضوء النظام الاسلامی از حسن البناء، الاسلام ونظریۃ ڈاروِن از محمد باشمیل اور محمد قطب کی کتاب جاہلیۃ القرآن العشرین، التطور والثبات ھل نحن مسلمون؟ دراسات فی النفس الانسانیۃ، الانسان بین المادیۃ والاسلام اور خصائص التطور الاسلامی از سید قطب۔

سید قطب کی تفسیر فی ظلال القرآن کا ترجمہ کر رہے ہیں، جس کا پہلا پارہ سیالکوٹ سے چھپ چکا ہے۔ [۱]

[۱] اسلام۔ امید کی کرن: سیالکوٹ ص ۷۰ سے ماخوذ

ڈاکٹر میاں سعید اللہ جان

آپ ضلع پشاور کے ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ پشاور یونیورسٹی سے ایم اے کیا، پھر پی ایچ ڈی (اسلامیات) کی ڈگری[1] حاصل کی۔ ایک عرصے سے شعبہ اسلامیات جامعہ پشاور میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور اب صدر شعبہ اسلامیات ہیں۔

آپ نے تفسیر حضرۃ مولانا احمد علی سے پڑھ کر سند حاصل کی۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں "حفاظت قرآن مجید اور حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی ترجمہ کا پشتو میں ترجمہ اور فوائد موضح القرآن کا پشتو ترجمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، اور اب خود تدریس کی مسند کو سنبھالے ہو گئے ہیں۔

آپ عالم با عمل ہیں، حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے بالواسطہ خلیفۂ مجاز بھی ہیں۔

راقم الحروف پر بے حد شفقت فرماتے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ اور بڑے بھائی جان مولانا قاری محمد عارف صاحب ایم اے نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے ایک ساتھ تفسیر قرآن کا درس لیا ہے۔

---

[1] سندھ یونیورسٹی سے

سیماب اکبرآبادی

۱۸۸۰ء — ۱۹۵۱ء

"اردو شاعر، عاشق حسین نام، اکبرآباد (بھارت یو۔پی) میں پیدا ہوئے والد کے انتقال کے سبب ایف۔اے تک تعلیم حاصل کی اور ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ کانپور اور اجمیر میں رہے، پھر ملازمت ترک کر کے آگرہ چلے گئے۔ اور رسالہ "مرقع" کے مدیر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ٹونڈلہ سے "آگرہ اخبار" جاری کیا۔ بسلسلۂ معاش چند سال لاہور میں بھی رہے ۱۹۲۱ء میں آگرہ میں تصنیف وتالیف کا ایک ادارہ "قصر الادب" قائم کیا۔ انہی ایام میں یکے بعد دیگرے تین رسالے "پیمانہ، ثریا اور شاعر نکالے۔ موخر الذکر اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے۔ داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ کلام کے متعدد مجموعے (کار امروز، کلیم عجم، صہبائے کہن، بادہ دوشیں، نشید نو وغیرہ) شائع ہو چکے ہیں۔ کلام مجید کا منظوم ترجمہ "وحی منظوم" طبع ہو چکا ہے"۔

مولانا شائق احمد عثمانی کراچوی

آپ ۱۸۹۳ء کو بھاگل پور صوبہ بہار انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ڈھائی سال کے تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

ابتدائی اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تکمیلِ علوم کے بعد سندالفراغ حاصل کی۔ اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ علامہ محمد انور شاہ اور علامہ اعزاز علی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

اس کے بعد چار سال تک حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی خدمت میں رہ کر قرآنی حقائق کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

۱۲-۱۹۱۱ء میں طرابلس پھر بلقان کی جنگ پھر مسجد کانپور میں مسلمانوں کے قتلِ عام اور اس کے بعد پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی تباہی نے پورے برصغیر میں مسلمانوں کو جھنجھوڑ دیا۔ ملک کے اطراف و جوانب میں ترکی کی حمایت میں سیاسی تحریک طوفان اور سیلاب بن کر پھیل گئی۔ آپ نے اس وقت کی سیاست میں حصّہ لیا۔ اس وقت سے قیامِ پاکستان تک یعنی کم و بیش چالیس سال تک اسی طوفان اور سیلاب سے ٹکراتے رہے۔

۱۹۲۲ء میں ایک سال قید بامشقت کاٹی، یہ دور کانگریس اور خلافت کمیٹی کی مشترکہ تحریک کا دور تھا۔

آپ نے کلکتہ سے اپنا روزنامہ "عصرِ جدید" نکالا جو قیام پاکستان تک کم و بیش تیس سال پورے شمال مشرقی ہندوستان میں قرآنی سیاست کی تبلیغ کرتا رہا۔ "عصرِ جدید" کے تیس سالہ فائیل آج بھی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

اس کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا تھا کہ " میں "عصرِ جدید" کو ایک اخبار نہیں ایک تبلیغی ادارہ سمجھتا ہوں"۔

۱۹۳۷ء سے قیام پاکستان تک مولانا اور ان کا یہ اخبار پورے مشرقی ہندوستان میں بڑے ہی جوش و خروش سے بانیٔ پاکستان اور مسلم لیگ کے پیغام کی اشاعت کرتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی چلے آئے، کچھ دنوں تک اخبار نکالتے رہے اور پھر علمی مشغلوں میں وقت گزارتے رہے۔ چند سورتوں کی تفسیر لکھی، سورۂ فاتحہ کی تفسیر چھپ چکی ہے، نوجوانوں کو مقصد زندگی سے آشنا کرنے کے لئے کئی ناول لکھے ایک بڑا ناول "لیلیٰ" شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۶۳ء میں بینائی سے محروم ہو گئے لیکن علمی مشغلہ پھر بھی جاری رکھا۔

آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے "مولانا شائق احمد صاحب عثمانی سابق ایڈیٹر عصرِ جدید" کلکتہ۔ آپ دیوبند کے ممتاز فاضل اور ذہن و ذکاوت اور علمی استعداد میں اپنے دور میں فرد مانے جاتے تھے۔ مگر فراغت کے بعد علمی سلسلہ قائم نہیں رہا، بلکہ اخباری دنیا میں آکر اسی میں منہمک رہے۔ تقسیم کے بعد پاکستانی قومیت اختیار کر لی۔" [۱]

۱۳۸۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

[۱] قاری محمد طیب قاسمی، تاریخ دارالعلوم دیوبند: دہلی: ۱۹۶۵: ص ۸۵

مولانا عصرِ جدید کے ایڈیٹر (سابقاً) اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے پ ۲۹، پ ۳۰ کے علاوہ سورہ فاتحہ اور کئی اور سورتوں کی تفسیر لکھی ہے۔

مولانا حافظ عبدالرحیم کلاچوی لکھتے ہیں!

تفسیر پارہ تبارک الذی و تفسیر پارہ عمّ: مطبوعہ بزبان اردو (شائق احمد عثمانی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ اقتضاءِ زمانہ کے موافق لکھی گئی ہے۔ عقلی پہلو پر مناسب توجہ کی ہے۔ دو علیحدہ حصّوں میں چھپی ہے۔" [1]

[1] مولانا حافظ عبدالرحیم کلاچوی "لباب المعارف العلمیہ" لاہور، ۱۳۵۵ھ ج ۲ ص ۱۲

علّامہ شبّیر احمد عثمانی

شیخ الاسلام علّامہ شبیر احمد عثمانی مولانا فضل الرحمٰن عثمانی کے فرزندِ رشید ہیں ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ میں بجنور میں پیدا ہوئے اوّل سے آخر تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی ۱۳۲۵ھ میں شیخ الہند محمود حسنؒ سے دورۂ حدیث پڑھا اور امتحان میں اوّل آئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ فتحپوری میں کچھ عرصہ بطور صدر مدرس تدریس کی۔ ۱۳۲۸ء سے ۱۳۴۶ھ تک دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت چلے گئے اور وہاں پڑھاتے رہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے وصال کے بعد ۱۳۵۱ھ میں جامعہ ڈابھیل کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور حدیث پڑھاتے رہے ۱۳۵۴ھ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۳۶۲ھ تک صدارتِ اہتمام کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دیں۔

تحریک قیام پاکستان میں قائدانہ حصّہ لیا۔ ۸ رمضان ۱۳۶۶ھ/ ۲۶ اگست ۱۹۴۷ء کی دوپہر کو دیوبند سے "افتتاح پاکستان" کی تقریب میں حصّہ لینے کے لئے کراچی روانہ ہو گئے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں جشن آزادی میں شرکت فرمائی، اور وہیں مقیم ہو گئے۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن اور شرعی دستور ساز کمیٹی کے صدر تھے۔ یہاں بھی آپ نے بہت سی دینی اور ملّی خدمات انجام دیں۔

پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر آپ کی علمی اور سیاسی خدمات کا اثر تھا خصوصاً

آپ کو عالمانہ اور مفکرانہ حیثیت سے خاص عظمت حاصل تھی، اور آپ کی دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ سیاسی رہنمائی بھی مسلّم سمجھی جاتی تھی۔

پروفیسر مولانا انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں کہ "آپ کی ساری عمر اسلام کی خدمت میں گزری۔ آپ کی ملکی اور ملّی خدمات کا آغاز جنگ بلقان سے ہوا۔ پھر آپ نے تحریک خلافت میں زبردست حصّہ لیا۔ جمعیۃ علماء ہند دہلی کی مجلس عاملہ کے آپ زبردست رکن تھے۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک اس میں شریک رہے۔

آپ نے مسلم لیگ میں شریک ہو کر تحریک پاکستان کو بہت تقویت بخشی۔ پاکستان کا وجود قائداعظم کے بعد ان کا مرہونِ منت ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں ملک کے دورے کئے۔ سرحد میں ریفرنڈم میں کامیابی آپ کی ہی مساعی کا نتیجہ ہے۔ آپ نے کشمیر کی جدوجہد میں بھی نمایاں حصہ لیا اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں قانون اسلامی کی تجویز پاس کرائی۔ [1]

۲۲ صفر ۱۳۶۹ھ/ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو وصال ہوا۔ اور محمد علی روڈ کے قریب دفن کئے گئے۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

" ایسے نادر روزگار صاحب کمال صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں، مگر ان کے کارنامے دنیا میں انشاءاللہ تعالیٰ حیاتِ جاوداں پائیں گے"۔ [2]

---

[1] انوار الحسن شیرکوٹی "تجلیات عثمانی" لاہور دسمبر ۱۹۶۷ء ص ۱۴، ۱۵۔

[2]۔ قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء" ج ۱ ص ۲۱۳۔ بحوالہ سید سلیمان ندوی "یاد رفتگان"، کراچی ۱۹۵۵ء ص ۴۵۲

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں!

" مولانا شبیر احمد عثمانی کی تصنیف میں ان کے حواشی قرآن مجید شیخ الہند رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں۔ نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان حواشی سے ان کی قرآن فہمی۔ تفاسیر پر عبور اور خود ان کی غیر معمولی قوت تفہیم کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے حلقۂ درس میں ان کے حواشی کی افادیت کی ہمیشہ تعریف کی ہے"۔ [1]

پروفیسر عبدالصمد صارم لکھتے ہیں۔

" مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبند کے باشندے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں۔ جامع ڈابھیل کے صدر مدرس اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم تھے۔ مشہور مصنف اور نامور عالم ہیں۔ فتح الملہم شرح مسلم ان کی تصنیف ہے۔ قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند پر بہترین فوائد لکھے ہیں۔ فوائد کیا ہیں۔ مختصر و معتبر تفسیر ہے"۔ [2]

مولانا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ" مولانا شبیر احمد عثمانی نے تفسیرِ قرآن لکھ کر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا ہے"۔ [3]

مولانا سید حسین احمد مدنی کی رائے تھی کہ مولانا نے بہت سی ضخیم تفسیروں سے مستغنی کر کے سمندروں کو کوزہ میں بند کر دیا ہے"۔ [4]

مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریا بادی نے ان حواشی کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

---

[1] اعجاز الحق قدوسی "اقبال اور علمائے پاک و ہند" لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۲۹۲ - ۲۹۳

[2] عبدالصمد صارم "تاریخ التفسیر" لاہور ص ۴۴

[3]-[4] پروفیسر انوار الحسن "تجلیاتِ عثمانی" لاہور ص ۹۰

"مولانا شبیر احمد عثمانی شارح مسلم کے حواشی اگر ایک طرف پرمغز ہیں۔ اور مسلک اہلسنت کے مطابق محققانہ تو دوسری طرف ضروریات کے مطابق ہیں۔ اور حکیمانہ۔ پڑھتے جائیے اور معاندین اسلام پیدا کئے ہوئے شبہات کی جڑ از خود کٹتی چلی جائے گی۔ اور اہل باطل کی اختراع کی ہوئی کجراہیاں آپ ہی آپ ہبا ہوتی جائیں گی۔ پھر کسی فریق کی دل آزاری ہونا کیا معنی۔ ان کا نام تک نہیں آنے پایا ہے"۔ [1]

علامہ سید محمد یوسف نبوری لکھتے ہیں۔

" اپنی زندگی میں قرآن کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ جو نظر سے گزرا۔ اپنے آپ کے اور سب کے بزرگ شیخ العالم حضرت شیخ الہند کے ترجمہ قرآن مجید و فوائد عصر حاضر کے متبحر عالم۔ فقیہہ۔ محدث و مفسر حضرت استاذ مولانا شبیر احمد عثمانی کے تکمیل کردہ فوائد یک بیک میرے سامنے آئے، میری مشتاق نگاہیں۔ دیر تک وارفتگی کے ساتھ ان سے سعادت اندوز ہوتی رہیں۔ دل یہ کہتا ہے کہ دونوں بزرگوں نے سلف صالحین کے ان خزانوں کو جو موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ جامع اور مانع شکل میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔" [2]

علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی تحریر فرماتے ہیں۔

" ہمارے اس دور میں تفسیری اصول کے مطابق جن حضرات نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے، ان میں حضرت مولانا محمود حسن المعروف شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

[1] پروفیسر انوار الحسن "تجلیاتِ عثمانی" لاہور ص ۹۰۔
[2] مولانا محمد یوسف نبوری، "تقریظ بر تفسیر عثمانی" طبع اوّل مدنیہ پریس بجنور۔"

کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ نے مالٹا کی اسارت کے زمانہ میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھا جو دراصل اس علمی جماعت کا کارنامہ ہے۔ جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب پر مشتمل تھی۔ آپ کے اس مترجمہ مصحف پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ علیہ کے علمی اور تفسیری فوائد کا بہترین علمی خزانہ ہیں۔ [1]

تفسیر فوائد القرآن علّامہ شبیر احمد عثمانی

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ؒ کے ترجمہ قرآن پر نہایت تحقیقی اور فاضلانہ حاشیہ ہے۔ جس میں مصنف نے سمندروں کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔" [2]

علامہ سید سلیمان ندوی ؒ تحریر فرماتے ہیں!

"موصوف کے مضامین اور چھوٹے رسائل تو متعدد ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ تعالٰے کے ترجمے کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی سے مرحوم کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دل نشین کرنے کے لئے ان کی قوتِ تفہیم حدِ بیان سے بالا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان حواشی مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ ان حواشی کی افادیت کا اندازہ اس سے ہوگا۔ کہ حکومت افغانستان نے اپنے سرکاری مطبع سے قرآنی متن کے ساتھ

[1] علامہ قاضی زاہد الحسینی: معارف القرآن: لاہور ۱۳۹۸ھ ص ۳۶
[2] علامہ خالد محمود "آثار التنزیل"، لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۰۳

حضرت شیخ الہند کے ترجمہ اور مولانا شبیر احمد صاحب کے حواشی کو افغان مسلمانوں کے فائدے کے لئے فارسی میں ترجمہ کر کے چھاپا ہے"۔ [۱]

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں۔

"حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسن) کے ترجمہ پر مولانا عثمانی کے تفسیری حواشی کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ ان حواشی میں سلف کے نقطہ نظر کے دائرے میں محدود رہ کر قرآن کریم کے اسرار و معارف کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ ذہن و فکر کے سب کانٹے نکلتے چلے جاتے ہیں۔ اور قلب کو انشراح و اطمینان کی عجب کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ حکومت افغانستان نے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا ہے"۔ [۲]

پروفیسر عبدالقیوم لکھتے ہیں۔

"علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے شیخ الہند کے ادھورے ترجمہ و تفسیرِ قرآن کو مکمل کیا اور اردو میں مختلف کتابیں لکھیں"۔ [۳]

---

[۱] قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء" لاہور ص۲۱۲ بحوالہ یادِ رفتگان ص۲۵۴

[۲] سید محبوب رضوی "تاریخ دار العلوم دیوبند" ج ۲ ص ۹۹-۱۰۰

[۳] پروفیسر عبدالقیوم "تاریخ ادبیات" لاہور ج ۲ ص ۲۱۱ (شیخ الہند خود ترجمہ مکمل کر چکے تھے۔ اور چند سورتوں کے حواشی بھی لکھ چکے تھے۔ باقی سورتوں کے حواشی بلاشبہ علامہ عثمانی نے لکھے ہیں۔ اور واقعی بہت خوب لکھے ہیں)

مولانا قاضی شمس الدین

مولانا قاضی شمس الدین بن شیر محمد اعوان ۱۹۰۱ء کوٹیری داخلی نارہ پنڈی گھیب ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی مولانا نور محمد، مولانا غلام رسول ساکن انہی گجرات اور مولانا حسین علی ساکن واں بھچراں سے تحصیل علم کر کے دار العلوم دیوبند پہنچے، ۱۹۲۲ء میں امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور دیگر اساتذہ ــ شبیر احمد عثمانی، میاں اصغر حسین اور مولانا محمد رسول خاں ہزارویؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۹۴۱ء تک گوجرانوالہ میں تدریس کی، ۱۹۴۲ء میں اکابر دار العلوم دیوبند کی دعوت پر دار العلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے پنڈی گھیب میں ایک سال، مدرسہ اشاعۃ العلوم فیصل آباد میں دو سال پڑھایا، پھر گوجرانوالہ میں پڑھاتے رہے، ۱۹۶۰ء میں مدرسہ صدیقیہ گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی اور اب تک دورۂ حدیث و تفسیر پڑھا رہے ہیں۔ آپ ایک مضبوط مدرس عالم مصنف اور مناظر بھی ہیں۔ آپ نے حدیث کی کئی کتابوں کی عربی میں شرحیں لکھی ہیں ان میں مشکواۃ کی شرح (طبع ہو چکی ہے)، ابوداؤد کی شرح، بخاری کی شرح، اور مسلم کی شرح ہیں۔ قرآن کی ایک عربی تفسیر انوار البیان فی اسرار القرآن بھی ہے۔

تفسیر تیسیر القرآن (اردو)

یہ تفسیر مولانا قاضی شمس الدین کی تالیف ہے۔ اس کی کل چار جلدیں ہیں۔ جلد اول طبع ہو چکی ہے۔ اچھی تفسیر ہے۔

مولانا محمد طفیل فاروقی

آپ ۴، ۱۹۰۴ء کو سمنہ پٹیالہ میں پیدا ہوئے، میٹرک کرنال سے پاس کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا، فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور امام العصر مولانا محمد انور کشمیریؒ اور دیگر اساتذہ سے تکمیل کی۔ مولانا محمد علی جوہر سے بھی رابطہ رکھا، اپنے وطن میں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں قیام کیا، ایک ماہنامہ الیقین جاری کیا جو انگریزی، عربی اور جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے۔ ایک ادارہ "دارالتصنیف" کے نام سے قائم کیا۔ جو علمی خدمات میں مصروفِ عمل ہے، اس ادارہ نے مولانا محمود حسن شیخ الہند کا مترجمہ قرآن مجید معہ فوائد جرمنی سے نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھاپ کر عام کیا ہے۔

مولانا نے بخاری شریف کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے علاوہ قرآن پاک کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ حاشیہ پر ضروری تفسیری نوٹس بھی دیئے گئے ہیں۔

۱۰/ شعبان ۱۳۹۹ھ کو آپ کا کراچی میں وصال ہوا۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

خاندان اور ولادت :-

آپ ۱۳/ ربیع الاولی ۱۳۱۰ھ کو دیوبند ضلع سہارنپور کے محلہ دیوان میں جناب شیخ لطیف احمد عثمانی کے گھر پیدا ہوئے۔ اصلی نام "ظفر احمد" ہے، ننھیال نے ظریف احمد نام رکھا اور تاریخی نام "مرغوب نبی" سے نکلتا ہے۔ آپ کے والد حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ سے بیعت تھے اور نماز روزہ کے پابند تھے۔ والدہ محترمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی حقیقی بہن تھیں۔

تعلیم ناظرہ قرآن مجید حافظ نامدار، حافظ غلام رسول اور مولوی نذیر احمد سے پڑھا۔ ۹ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں درجہ فارسی میں داخلہ لیا، اور ابتدائی فارسی کتب سے گلستان، بوستان تک کی کتابیں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد۔ مولانا محمد یٰسین صاحبؒ سے پڑھیں۔ پھر اپنے ماموں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ہاں تھانہ بھون پہنچے اور وہاں عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبد اللہ گنگوہیؒ مصنف "تیسیر المبتدی" سے پڑھیں، بعض کتابوں کے کچھ سبق حضرت تھانوی سے بھی پڑھے، جب حضرت تھانوی تفسیر بیان القرآن لکھنے لگے تو آپ اور آپ کے بھائی مولانا سعید احمد۔ دونوں کو ۱۳۲۴ھ میں مدرسہ جامع العلوم کانپور بھجوا دیا، وہیں ۱۳۲۶ھ تک مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ اور مولانا محمد رشید کانپوری سے پڑھتے رہے۔

مظاہر العلوم میں ۱۳۲۷ھ میں جامع العلوم کانپور سے ان دونوں بزرگوں کے مستعفی ہو جانے پر، حضرت تھانوی کے مشورہ سے

ایک جماعت کے ساتھ تبلیغ کا کام شروع کیا، ایک سال کے اندر اندر اللہ کے فضل سے سب تائب ہوکر مسلمان ہوگئے۔ وہاں ڈھائی سال تک کام کرتے رہے۔ پھر تھانہ بھون آکر "اعلاء السنن" کی تکمیل کی۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں

ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ میں حضرۃ تھانوی کی اجازت سے ایک سال کی رخصت لے کر ڈھاکہ یونیورسٹی تشریف لے گئے، وہاں ہدایہ، بخاری شریف، مسلم شریف اور کتاب التوحید کے اسباق پڑھاتے رہے، ساتھ ہی ایک مدرسہ "اشرف العلوم" قائم کرکے اس میں حسبۃً للہ تدریس کرتے رہے، ۱۳۶۲ھ میں وہاں سے ایک ماہ کی رخصت پر تھانہ بھون آئے، حضرۃ تھانوی شدید بیمار تھے، آپ کے آنے کے دسویں دن بعد ان کا وصال ہوا اور نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ سلہٹ ریفرنڈم کی کامیابی کا سہرا دراصل آپ ہی کے سر ہے۔

۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ / ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان پر خواجہ ناظم الدین وزیر اعلیٰ مشرقی پاکستان نے آپ ہی سے مشرقی پاکستان (سابقاً) کی پرچم کشائی کرائی۔ ۱۹۴۸ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی سے علیحدگی اختیار کرکے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں آگئے۔ اگست ۱۹۴۹ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے وفد خیرسگالی میں سعودی عرب گئے، اس کی پوری تفصیل سفرنامہ حجاز حصّہ دوم میں ہے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد محرم ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء میں اہلیہ کا انتقال ہوا۔

علماء کے جس بورڈ نے ۲۲ دستوری نکات پر اتفاق کیا تھا ان میں ایک آپ بھی تھے۔ جون ۱۹۵۲ء میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے ریٹائر ہوکر حج کے لئے چلے گئے، وہاں سے واپسی پر مولانا احتشام الحق تھانوی دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں بطور شیخ الحدیث بلانے کے لئے آپ کے ہاں پہنچے، آپ نے وعدہ فرمالیا، اواخر اکتوبر

وسط محرم ۱۳۲۷ھ میں "مظاہر العلوم" سہارنپور میں داخلہ لیا، منطق، فلسفہ، ریاضی اور ہیئت کی کتابیں مولانا عبدالقادر پنجابی اور مولانا عبداللطیف ناظم مدرسہ سے پڑھ کر ۱۳۲۸ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ اسی سال اپنے اساتذہ مولانا خلیل احمد، مولانا عبداللہ گنگوہی اور مولانا عبداللطیف ناظم کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو حضرۃ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اہلیہ صغریٰ کی بہن کے ساتھ تھانہ بھون میں شادی خانہ آبادی ہوئی۔

تدریسی خدمات

ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ میں اسی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوئے اور سات آٹھ سال تک تدریس کی، ۱۳۳۶ھ میں ارشاد العلوم گڑھی پختہ میں برائے تدریس تشریف لے گئے، ۱۳۳۸ھ میں دوسرا حج کیا۔ حج سے واپسی کے بعد تھانہ بھون میں مستقل قیام کرلیا۔ جہاں درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی آپ کے سپرد کردیا گیا۔ افتاء کا کام بھی آپ ہی کرتے تھے۔ اسی دوران "بیان القرآن" کی تلخیص اور اعلاء السنن کی تالیف شروع کی، آپ کے فتاویٰ کا نام حضرۃ تھانوی نے "امداد الاحکام" تجویز فرمایا جو سات جلدوں میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں محفوظ ہے۔ اس کا کچھ حصہ رسالہ "الہادی" میں بھی شائع ہوا تھا۔

۱۳۳۲ھ میں قرآن مجید حفظ کیا، ۱۳۴۳ھ میں تیسرا حج کیا، ۱۳۴۹ھ میں آنکھوں کی تکلیف کے سبب، طبیب کے کہنے پر ساحلِ بحر پر قیام تجویز ہوا، چنانچہ حضرۃ تھانوی کے مشورے سے مدرسہ ماندیریہ رنگون میں بطور ناظم تشریف لے گئے، وہاں ایک بستی ڈیڈنو نام تھی جہاں کے سارے مسلمان بھائی مذہب قبول کرکے مرتد ہوگئے تھے، حاجی محمد یوسف تاجرِ رنگون کے تعاون سے آپ نے علماء کی

میں ٹنڈو الہ یار پہنچے اور آخرِ وقت تک اسی دار العلوم میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسِ حدیث میں عمر لگادی ۔

وصال :۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ / ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء اتوار کی صبح واصل بحق ہوئے ۔ علامہ الحاج ظفر احمد محدث سے تاریخ وصال نکلتی ہے ۔

صوفیانہ مسلک :۔

حضرۃ تھانوی کے مشورے سے آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہوئے ۔ پھر ان کی ہجرت حجاز کے باعث حضرۃ تھانوی کی طرف رجوع کیا انہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت سے نوازا ۔ مولانا خلیل احمد اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی سے بھی آپ کو اجازت تھی (انوار النظر فی آثار الظفر)

آگے آپ سے مولانا احتشام الحق تھانوی خطیب جیکب لائن کراچی اور مولانا عبد الشکور ترمذی کو خلافت حاصل ہوئی ۔

اولاد :۔

اولاد میں دو فرزند مولانا عمر عثمانی اور مولانا قمر عثمانی ہیں ۔

تصنیفی خدمات :۔

آپ کی بیشمار تصانیف میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے ۔

(۱) **انوار النظر فی آثار الظفر** :۔ مولانا حسام اللہ شریفی کے سوالات میں اپنے حالات زندگی تحریر فرمائے ہیں ۔ جو دو جلدوں میں شائع ہوئے ہیں ۔

(۲) **تحذیر المسلمین عن موالات المشرکین** :۔ حضرۃ حکیم الامت تھانویؒ کو ہندؤوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو کوئی تحریک چلانا پسند نہ تھا ۔ اس لئے آپ ان تحریکات سے الگ رہے ۔ آپ نے مرشد تھانوی کے مسلک کی

تائید میں یہ کتاب تین حصّوں میں لکھی جس میں مسلمانوں کو شرکیت کانگریس سے روکا گیا اور اس کے دینی اور دنیوی نقصانات پر توجہ دلائی گئی ۔

(۳) **فتاویٰ "امداد الاحکام"** :۔ ساتِ جلدوں میں ۔

اعلاء السنن :۔ (عربی) بیس ضخیم جلدوں میں ۔ علامہ محمد یوسف بنوری اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث و فقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے ، جس کی نظیر مشکل سے ملے گی ۔ یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے .... موصوف نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے ۔ علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہون منتِ رہیں گے ۔ بلاشبہ اس بے نظیر کتاب میں حضرۃ حکیم الامت قدس سرہٗ کے انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ اور ارشادات گرامی کا بہت کچھ دخل ہے ۔ لیکن حضرۃ مولانا ظفر احمد عثمانی کے ذریعہ ان کا ظہور یہ نور ان کے کمال کی دلیل ہے ..... حضرۃ شیخ محمد زاہد کوثری مصری کو جب میں نے یہ کتاب پیش کی تو حضرۃ نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ " احادیث احکام میں حنفیہ کے نقطہ نگاہ سے اس کتاب کی نظیر نہیں "... اور پھر وہ تقریظ تحریر فرمائی جو کتاب کے ساتھ طبع ہوئی ۔

" اعلاء السنن " کا مقدمہ " انہاء السکن " تالیف فرمایا ۔ یہ مقدمہ اصول حدیث کے نوادر اور نفائس پر مشتمل ہے ، تمام کتب رجال اور کتب حدیث اور کتب اصول حدیث سے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ وہ نفائس جمع کر دئے ہیں کہ عقل حیران ہے ۔ یہ بجائے خود ایک مستقل بے مثال کتاب ہے ، حلب کے مایہ ناز عالم ربانی اور دنیائے اسلام کے محقق فاضل ۔ ابو غدۃ عبد الفتاح

کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطاء فرمائے کہ جنہوں نے مصنف سے اجازت لے کر کتاب کا نام "قواعد التحدیث" تجویز فرمایا اور اس پر قابلِ قدر تعلیقات واضافات ومقدمہ لکھ کر علم اور اہل علم پر احسانِ عظیم فرمایا اور نہایت آب وتاب کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ کیا کہ جسے دیکھتے ہی دل سے دعا نکلتی ہے۔ کتاب جس خدمت کی مستحق تھی الشیخ ابو غدہ اطال اللہ بقائہ، نے اس خدمت کو خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں ان کی احسان مند رہیں گی۔" [1]

(۵) **براءۃ عثمان**: یہ کتاب مودودی صاحب کے ان اعتراضات کا علمی جواب ہے جو انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر کئے تھے۔ مختصر ہونے کے باوجود بہت مفید ہے۔

(۶) **تلخیص البیان**: (اردو) یہ علامہ تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کی تلخیص ہے جو حضرۃ تھانوی کے ارشاد پر حمائل کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔

(۷) **الدر المنصور**: یہ علامہ عبد الوہاب شعرانی کے البحر المورود کا اردو ترجمہ ہے۔ فن تصوف میں ہے۔ جلد اول مستقل طور پر طبع ہوئی بقیہ حصے رسالہ "النور" میں بالاقساط شائع ہوئے۔

(۸) **ولادت محمدیہ کا راز**: قسط وار رسالہ النور میں شائع ہوئی۔

(۹) **رحمۃ القدوس**: یہ علامہ ابن ابی حمزہ مالکی کی کتاب بہجۃ النفوس کا اردو ترجمہ ہے جو حضرۃ تھانوی کے حکم پر کیا گیا۔ اس میں آپ نے حدیث سے مسائل تصوف کا استنباط کیا ہے۔

(۱۰) **القول المنصور فی ابن منصور**: مشہور بزرگ حسین بن منصور حلاج کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ بھی حضرۃ

---

[1] ماہنامہ بینات، کراچی: ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ: البصائر والعبر ص۳،۴

تھانوی کے ارشاد پر لکھا گیا۔

(۱۱) **البیان المشید**: "سید احمد کبیر رفاعی" کے مواعظ کا مجموعہ "البرہان المؤید" کے نام سے جس میں عقائد وتصوف پر سیر حاصل بحث ہے یہ اسی کا اردو ترجمہ ہے۔

(۱۲) **اسباب المحمودیہ**: یہ علامہ شعرانی کے رسالہ "آداب العبودیہ" کا ترجمہ ہے جو رسالہ "النور" میں قسط وار شائع ہوا ہے۔

(۱۳) **انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن**: حضرۃ امام ابو حنیفہ کے حالاتِ زندگی اور ان کی محدثانہ حیثیت کو اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔

(۱۴) **الشفاء**: قرآن مجید پر کئے گئے اعتراضات کا جواب جو "النور" میں شائع ہوا

(۱۵) فاتحہ الکلام فی القراءۃ خلف الامام (۱۶) فضائل جہاد (۱۷) فضائل درود شریف (غیر مطبوعہ) (۱۸) سفر نامہ حجاز مطبوعہ، جلد دوم رسالہ ندائے حرم میں قسط وار شائع ہوئی ہے۔ (۱۹) کشف الدجیٰ عن وجہ الربوٰ! مطبوعہ۔

(۲۰) نورٌ علیٰ نورٍ! (عربی کے دو نعتیہ قصیدوں کا مجموعہ) نام حضرۃ تھانوی کا تجویز کردہ (۲۱) وسیلۃ الظفر فی مدح خیر البشر! ایک عربی نعتیہ قصیدہ جو کتابی شکل میں شائع ہوا۔

اور بڑھی تاریکی

حمد و ستائش اُس ذات کے لئے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنھوں نے اس دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

ابھی حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات کا زخم تازہ ہی تھا کہ آج حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ ارتحال نے دلوں پہ بجلی گرادی۔ آج کسی اداریہ لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن اس المناک خبر نے دل و دماغ کو ہر دوسرے موضوع کے لئے بند کردیا۔

برصغیر کے جن اہل علم و اخلاص نے اس خطےّ کو ایمان و یقین اور دین کے علم صحیح جگمگایا اب وہ ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں، اور ہر جانے والا اپنے پیچھے ایسا مہیب خلا چھوڑ کر جا رہا ہے جس کے پر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ جہاں تک علم کے حروف و نقوش، کتابی معلومات اور فنی تحقیقات کا تعلق ہے ان کے شناوروں کی بھی کمی نہیں، اور شاید آئندہ بھی نہ ہو، لیکن دین کا وہ ٹھیٹھ مزاج و مذاق اور تقویٰ و طہارت، سادگی و قناعت اور تواضع و للہیت کا وہ البیلا انداز جو کتابوں سے نہیں، بلکہ صرف اور صرف بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، اب مسلسل مٹ رہا ہے۔

دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون کو اللہ تعالےٰ نے اس صدی میں ان نورانی شخصیتوں کا مرکز بنایا تھا، جنھوں نے اپنے علم و فضل، جہد و عمل، ورع و تقوٰی

سادگی و انکسار اور خشیت و انابت میں قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کردی تھی۔ انھوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ دین اور اس کے احکام کی اتنی جزرسی اور احتیاط کے ساتھ پابندی اس چودھویں صدی میں بھی ممکن ہے۔ اور قرون اولیٰ کی مثالیں آج بھی زندہ کی جاسکتی ہیں۔

لیکن اب علم و دین کے ان مراکز سے فیض پانے والے رفتہ رفتہ کوچ کر رہے ہیں۔ اور کرب انگیز بات یہ ہے کہ جو دولت انھوں نے دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون کے اکابر سے حاصل کی تھی وہ بھی انہی کے ساتھ رخصت ہو رہی ہے۔ ان حضرات کے علم و فضل کے مدّاح اب بھی ہوں گے۔ ان کے کارناموں سے علمی استفادہ بھی بند نہیں ہوگا۔ لیکن ٹھیٹھ مزاج و مذاق اور اصلاح و عمل کی وہ دولت جو صرف انہی حضرات سے حاصل ہوسکتی تھی اُسے حاصل کرنے والے نہ صرف کالعدم ہیں بلکہ اس کی طرف توجہ اور اس کی اہمیت کا احساس بھی مفقود ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، حضرت مولانا وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ، حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، یہ سب حضرات وہ ہیں جن کے علم یا سیاست خوشہ تو بہت ملیں گے، لیکن ایسے افراد ڈھونڈے سے بھی ملنے مشکل ہیں جنھوں نے ان کے عملی کمال کو جذب کیا ہو۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مقدس قافلے کے ایک رکن تھے آج وہ بھی ہم سے رخصت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے بھانجے تھے اور حضرت تھانویؒ نے بیٹے کی طرح ان کی تربیت کی تھی انھوں نے دینی تعلیم کانپور اور مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی تھی، جہاں انہیں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طویل صحبت نصیب ہوئی۔ بعد میں انہوں نے متفرق اوقات میں مظاہر العلوم کے استاذِ حدیث، خانقاہ تھانہ بھون کے مفتی اور مصنّف اور مدرسہ عالیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت میں سالہا سال علمی اور تدریسی خدمات انجام دیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حکم سے اور ان ہی کی سرپرستی میں انہوں نے "اعلاء السنن" تالیف کی جو علم حدیث میں اس صدی کا شاید سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ یہ کتاب اٹھارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے دو مبسوط مقدمے "انھاء السکن" اور "انجاء الوطن" اس کے علاوہ ہیں اس کتاب میں تمام فقہی ابواب سے متعلق احادیث نبویّہ کو جمع کر کے ان کی بے نظیر شرح لکھی گئی ہے جس نے اپنی تحقیق، وسعت معلومات اور دقتِ نظر کے لحاظ سے پورے عالم اسلام سے اپنا لوہا منوایا ہے، افسوس ہے کہ اب اس کتاب کی ابتدائی جلدیں نایاب ہو چکی ہیں۔ اور جو حِصّے دستیاب ہیں ان کی بھی کتابت و طباعت شایانِ شان نہیں ہے۔ اب اس کتاب کے دوبارہ شائع ہونے کے امکانات نظر آرہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کے اسباب مہیا فرمادیں۔[1]

---

[1] اس کتاب کا ایک مقدمہ "انھاء السکن" کراچی میں بھی ٹائپ پر طبع ہو چکا ہے۔ اور اسی کو شام کے محقق عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مدظلہم نے "قواعد فی علوم الحدیث" کے نام سے اپنی گرانقدر تعلیقات کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ دوسرا مقدمہ "انجاء الوطن" بھی ان کے پاس زیر طبع ہے ادھر "اعلاء السنن" کی جلد اوّل پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم

علم تفسیر میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ کا بڑا کارنامہ "احکام القرآن" ہے یہ کتاب بھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایما پر چار حضرات نے لکھنی شروع کی تھی۔ پہلی دو جلدیں سورۂ فاتحہ سے سورۂ نساء تک کی تفسیر پر مشتمل ہیں۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ کی لکھی ہوئی ہیں، بیچ کی دو جلدیں احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے لکھی ہیں اور آخری جلد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے یہ حِصّے اگرچہ طبع ہو چکے ہیں۔ مگر ان کی کتابت و طباعت بھی انتہائی ناقص ہے اور سورۂ نساء سے سورۂ شعراء تک کا حِصّہ ابھی ناتمام ہے پچھلے دنوں جب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ دارالعلوم تشریف لائے تو انھوں نے ذکر فرمایا تھا کہ سورۂ نساء سے احکام القرآن کی تالیف کا آغاز کر چکا ہوں۔ خدا جانے یہ مسودہ کہاں تک پہنچ سکا ہوگا!

علم فقہ میں حضرت موصوفؒ کی عظیم یادگار ان کے فتاویٰ کا مجموعہ "امداد الاحکام" ہے جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فتویٰ لکھنا چھوڑ دیا تھا تو خانقاہ تھانہ بھون میں آنے والے تمام سوالات کا جواب حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ ہی لکھا کرتے تھے۔ اس طرح ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا ایک ضخیم مجموعہ تیار ہو گیا جس کا انتخاب فرما کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اسکا نام "امداد الاحکام" تجویز فرمایا تھا جسے "امداد الفتاویٰ" کا تتمّہ کہنا چاہیے۔ اس مسودہ سات ضخیم رجسٹروں میں

کی فرمائش کے مطابق مصنّف علیہ الرحمۃ نے حال ہی میں نظر ثانی کی ہے۔ اس کے مسودہ پر آجکل راقم الحروف تحقیق و تعلیقات کا کام کر رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ یہ جلد ہی عنقریب ٹائپ کی عمدہ طباعت کے ساتھ دارالعلوم کراچی دارالتصنیف سے شائع ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ باقی جلدوں کی اشاعت کا بھی انتظام فرما دے۔ آمین۔ (م ت ع)

ہے اب تک یہ گرانقدر مجموعہ شائع نہیں ہو سکا تھا۔ اب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کی نگرانی اور سرپرستی میں یہ کتاب دارالعلوم سے شائع ہو رہی ہے پہلی جلد کی کتابت مکمل ہو چکی ہے اور امید ہے کہ وہ انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آجائے گی ۔

یہ علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مرقع تین نمایاں ترین کارناموں کا مختصر تعارف تھا۔ اس کے علاوہ بھی حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف دینی موضوعات پر عربی اور اردو میں دسیوں کتابیں یا مقالات لکھے ہیں ۔لیکن اگر صرف مذکورہ بالا تین کارناموں ہی کو دیکھا جائے تو بلاشبہ وہ ایسے کام ہیں جو آج کے دور میں بڑی بڑی اکیڈمیاں سالہا سال کی محنت اور لاکھوں روپے کے خرچ سے بھی انجام نہیں دے پاتیں ۔حضرت مولانا رحؒ نے یہ سارے کام تن تنہا انجام دیئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۔

علمی خدمات کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی اور اجتماعی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں ۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر انھوں نے قیام پاکستان کی تحریک میں سرگرم حصّہ لیا۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کے پاس مختلف علماء کے جو تبلیغی وفود بھیجے ان میں وہ بھی شامل تھے ۔شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہٗ نے قیام پاکستان کی جدوجہد کے لئے جو جماعت "جمعیۃ علماءِ اسلام" کے نام سے قائم فرمائی ایک عرصہ تک وہ اس کے نائب صدر رہے اور ہندوستان کے طول وعرض میں پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کیا۔ سلہٹ کے عوام سے پاکستان میں شمولیت کے لئے جو ریفرنڈم کرایا گیا ، اس میں پاکستان کی کامیابی بڑی حد تک دو حضرات کی مرہونِ منت ہے ، ایک حضرت مولانا ظفر احمد صاحب

عثمانیؒ اور دوسرے حضرت مولانا محمد سہول صاحب عثمانی ۔

مولانا کی انہی خدمات کا اثر تھا کہ جب پاکستان بنا اور سرزمین پر پہلی بار پاکستان کا پرچم لہرانے کا وقت آیا تو قائداعظم کی نگاہ انتخاب دو حضرات پر پڑی ایک شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، جنھوں نے مغربی پاکستان میں یہ جھنڈا لہرایا اور دوسرے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ جن کے ہاتھ سے مشرقی پاکستان میں یہ پرچم بلند ہوا۔

قیام پاکستان کے بعد اگرچہ انتخابی سیاست سے موصوف کا کوئی تعلق نہیں رہا ۔ لیکن جب کبھی مسلمانوں کو کوئی اجتماعی ضرورت پیش آئی تو مولاناؒ اُن لوگوں میں سرفہرست تھے ، جن کی طرف سب کی نگاہیں بالاتفاق اٹھتی تھیں ۔

عبادت و تقویٰ میں مولاناؒ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ ، جیسے حضرات کی صحبت اٹھائی تھی ، ان کی عملی زندگی میں اس صحبت کا اثر نمایاں تھا ۔ ہم جیسے طفلانِ مکتب نے انھیں ضعف اور کبرسنی کی حالت میں ہی دیکھا۔ لیکن اس عمر میں بھی ان کی ہمّت وعزیمت اور ان کا جذبہ و حوصلہ ہم جوانوں کے لئے قابل رشک تھا ۔ آخر وقت تک دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں صحیح بخاریؒ کا درس دیتے رہے ۔ اور پچاسی سال کی عمر میں ضعف و امراض کے ساتھ بھی نہ صرف پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں با جماعت ادا کرتے بلکہ ظہر و عصر کی نمازوں میں امامت بھی خود فرماتے تھے ۔ احقر کو مشرقی پاکستان کے ایک دورے میں آپ کی رفاقت میسر آئی۔ ضعف وعلالت کے باوجود عبادات کا اہتمام اور وعظ و تذکیر کا جذبہ ہر دم جوان معلوم ہوتا تھا ۔

آخری بار دارالعلوم تشریف لائے تو اساتذۂ دارالعلوم نے بھی ان سے اجازتِ حدیث لی ، اس وقت کمزوری کا یہ عالم تھا کہ موٹر میں بیٹھنے کے لئے بھی دو آدمیوں کے سہارے کی ضرورت تھی ، لیکن اس مجلس میں "احکام القرآن" کی تکمیل کے لئے .

تصنیفی کام شروع کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور کہا کہ جب مجھے مرض اور کمزوری کا زیادہ احساس ہونے لگتا ہے۔ تو میں صحیح بخاری کا درس شروع کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے صحت و قوت عطا فرما دیتے ہیں۔

آخر وقت تک ڈاک کے جواب میں پابندی حیرت انگیز تھی کبھی یاد نہیں ہے کہ والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے یا احقر نے کوئی عریضہ لکھا ہو۔ اور تیسرے چوتھے روز جواب نہ آگیا ہو۔

"اعلاء السنن" کی پہلی جلد "احیاء السنن" کے نام سے چھپی اور اس میں ایک ضرورت کی بنا پر "الاستدراک الحسن" کے نام سے ایک ضمیمہ کا اضافہ کیا گیا تھا۔ ان مختلف ناموں اور سوال وجواب کے انداز کی بنا پر علماء کو بالخصوص عالم عرب کے اہل علم کو بڑی الجھن پیش آتی تھی، احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے خواہش ظاہر فرمائی کہ یہ جلد مسلسل ایک کتاب کی صورت اختیار کر لے اور اس کا نام بھی "احیاء السنن" کے بجائے "اعلاء السنن" ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔ یہ کام کس قدر الجھا ہوا اور دیدہ ریزی کا طالب تھا۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جنھوں نے یہ کتاب دیکھی ہے۔ لیکن حضرت مولانا عثمانیؒ نے اس پیرانہ سالی میں یہ پیچیدہ کام بھی مکمل فرمادیا۔ اب یہ کتاب دارالعلوم کے دارالتصنیف سے ٹائپ پر شائع ہونے والی ہے تمنا تھی کہ یہ حضرت موصوف کی حیات ہی میں منظر عام پر آجائے لیکن تقدیر میں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے" ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا۔

حضرت مولانا کے ساتھ موجودہ صدی کی ایک تاریخ رخصت ہوگئی وہ ان مقدس ہستیوں میں سے تھے جن کا صرف وجود بھی نہ جانے کتنے فتنوں کیلئے آڑ بنا رہتا ہے ان کی وفات پورے عالم اسلام کا سانحہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے انھیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمادے اور ہمیں ان کے فیوض سے مستفید ہونے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

محمد تقی عثمانی
۲۲ ذلیعقد ۱۳۹۴ھ۔

مولانا عبداللہ

مولانا عبداللہ بن مولانا محمد بن مولانا نور محمد یکم رمضان ۱۳۱۴ھ کو بہلی شریف تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، تین دن شیخ الہند مولانا محمود حسن سے پڑھا۔ پھر وہ سفر حجاز پہ روانہ ہو گئے تو پھر علامہ محمد انور، علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا میاں اصغر حسین سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۳۴ھ میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا حسین علیؒ ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی اور شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ (لاہور) سے مکمل تفسیر قرآن پڑھی، ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ مظہر العلوم بہلی میں تدریس شروع کی اور آخر وقت تک پڑھاتے رہے۔

آپ کے تلامذہ ہزاروں ہیں۔ آپ کی ایک درجن سے زیادہ تصانیف ہیں۔ اور زیادہ تر مطبوعہ ہیں۔ آپ کو کئی بزرگوں سے چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت حاصل تھی۔ ان میں سے مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا محمد امیر دامانی، مولانا فضل علی قریشی شامل ہیں۔ آگے آپ کے بھی بہت مرید اور ۱۶ خلفاء ہیں۔

آپ کا بروز یکم جنوری ۱۹۷۶ء۔ رات ۲۰۔ ۹ پر وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اولاد میں آپ کے دو فرزند مولانا عبدالحی اور مولانا عبدالعزیز دینی خدمات میں مشغول ہیں۔

تفسیر قرآن!

یہ گیارہ پاروں کی تفسیر ہے۔ اور عنقریب طبع ہونے والی ہے۔

آپ کی تصانیف میں ایک فوائد القرآن بھی ہے۔ جس میں قرآنی اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ مطبوعہ ہے۔

مولانا عبداللہ کاکاخیل

۱۸۳۶ء — ۱۹۱۷ء

آپ ۸ ربیع الاول روز چہار شنبہ ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء کو زیارت کاکا صاحب تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ میاں ابرار شاہ کے فرزند تھے دینی تعلیم اپنے چچا مردان شاہ اور علاقہ کے دیگر علماء سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۵۸ سال تک علوم اسلامیہ کا درس دیا۔ آپ معقول و منقول دونوں کے جامع تھے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماء کے نام آتے ہیں۔

آپ کی تصانیف ایک درجن سے زیادہ ہیں۔ ان میں مصدر السرور حاشیہ عبدالغفور ۱۳۰۴ھ میں مطبع نول کشور سے شائع ہوا، اسی طرح علم نحو میں ایک رسالہ الفیہ فارسی میں لکھا جو ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔

تفسیر حسنی...... یہ دراصل تفسیر حسینی کا پشتو زبان میں ترجمہ ہے۔ اور اس کے ساتھ حاشیہ پر مختصر تفسیر ہے۔ کریمی پریس بمبئی سے ۱۳۲۰ھ میں طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اب یہ بھی نایاب ہے۔

ذیقعد ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اور زیارت کاکا صاحب میں دفن کئے گئے۔ [۱]

---

[۱] ڈاکٹر فیوض الرحمٰن: مشاہیر علمائے سرحد: مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی جامعہ پنجاب: ۱۹۸۷ء

مولانا عبدالحق دربھنگوی پشاوری

آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "پشاور کے ایک مشہور عالم مولانا عبدالحق دربھنگوی نے قرآن کریم کا ایک ترجمہ پشتو زبان میں شائع کیا۔ دربھنگہ پشاور سے شمال کی طرف ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ مولانا موصوف ایک فصیح و بلیغ اور قادرالکلام عالم اور فارسی اور پشتو کے بہترین شاعر تھے، انہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ اس طریق سے کیا کہ ترجمہ لفظی بھی ہو اور عام فہم بھی۔ انہوں نے خالص عوامی زبان استعمال کی۔ فارسی اور عربی کے ثقیل الفاظ بالکل ترک کر دیئے۔ یہ تفسیر کافی جلی خط میں چھپی جس سے اس کی مقبولیت دوسری تفسیروں کی نسبت بہت بڑھ گئی۔ یہ تفسیر تقریباً ایک ہزار صفحات پر محتوی ہے۔ [۱]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ "مولانا عبدالحق (داربھنگی) کا پشتو ترجمہ بھی کافی مقبول ہے"۔ [۲]

مولانا حافظ محمد ادریس لکھتے ہیں کہ "مولانا الیاس کوچیانی کے تھوڑے دنوں بعد انہی کے علاقہ کے ایک مشہور فاضل مولانا عبدالحق دربھنگوی نے ایک ترجمہ شائع کیا، دربھنگہ بھی پشاور سے شمال کی طرف ورسک کی سڑک پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ مولانا ایک فصیح و بلیغ اور قادرالکلام عالم تھے۔ الفاظ گویا ان کے سامنے دست بستہ حاضر رہتے تھے۔ اور جیسے ان کی زبان پہ آکر از خود کھل جاتے تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ اس ساز و سامان سے کیا کہ لفظی بھی ہو اور عام فہم بھی۔ انہوں

---

[۱] قاری محمد عادل خاں: پشتو تراجم و تفاسیر قرآن، مطبوعہ مقالہ ماہنامہ المعارف لاہور۔ فروری ۱۹۸۵ء ص ۱۲

[۲] مولانا فدا محمد ایم۔اے: مفہوم القرآن: پشاور ص ۲

نے عربی اور فارسی کے الفاظ کا بوجھ کم کر کے خالص عوامی زبان رکھی اور ترجمے کے انداز کو نسبتاً بہتر بنایا۔ نیز یہ کتاب موٹے حروف میں چھپ گئی، اس لئے بوڑھے لوگوں میں جلد مقبول ہو گئی۔ ترجمہ کے حواشی پر مولانا نے مختلف تفاسیر سے متفرق فوائد دیئے ہیں جو زیادہ تر مواضع القرآن، ابن کثیر، اور تفسیر یسیر سے ماخوذ ہے۔ کتاب کی ضخامت بڑی تقطیع پر ایک ہزار صفحات کے لگ بھگ ہے۔ اور یہ ضخامت زیادہ تر موٹا قلم استعمال کرنے کے رہین منت ہے۔" [۱]

---

[۱] محمد ادریس حافظ: پشتو ادب میں تفاسیر کا ذخیرہ: قرآن نمبر ج ۲، لاہور، ۱۹۶۹ء ص ۶۳

مولانا عبدالحق عباس جالندھری

مولانا ۶ اپریل ۱۸۸۱ء کو بستی دانشمنداں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام ڈاکٹر عباس علی خاں ولد سر بلند خاں ہے۔ سرکاری ہسپتال کے انچارج تھے۔ متمول پٹھان خاندان سے تھے۔ آپ ابھی دس سال کے تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا، تربیت ماموں پیر غلام جیلانی خاں [۱] نے کی۔ مولانا نے درسیات کی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی اور سلوک کی تعلیم اپنے ماموں غلام جیلانی خاں سے پائی۔ آپ کو ہندی اور سنسکرت پر بھی عبور حاصل تھا۔

آپ مبلغ اسلام بھی تھے اور مناظرِ اسلام بھی، عیسائیوں اور ہندوؤں سے تحریری مقابلے بھی کرتے رہے۔ اچھوتوں میں اسلام کی تبلیغ کی اور بہت سوں نے اسلام قبول کر لیا۔

انجمن اشاعت اسلام

آپ نے مولانا عبداللہ قصوری کے ساتھ مل کر یہ انجمن بنائی اور اس کا کام اس کے نام سے ظاہر ہے، جالندھر ڈویژن کے ہر گھر میں قرآن و حدیث کا چرچا ہونے لگا، اس کے ساتھ آپ نے ایک اور جماعت "انجمن خادمانِ اسلام" بنائی اور اس کے تحت

---

[۱] آپ کے ماموں غلام جیلانی خاں عالمِ باعمل اور اپنے زمانہ کے دینی رہنما اور مرشد تھے۔ ان کے ہزاروں مرید تھے۔ انہوں نے اپنی بیوہ بہن اور بھانجے کی خاطر تمام عمر تجرد میں بسر کر دی اور تربیت کا حق ادا کر دیا۔ غلام جیلانی خاں حافظ شاہ محمد خاں کے فرزند تھے اور اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔

مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی طرز کی اسکول قائم کرنے کی تجویز رکھی تاکہ مسلمان مشنری سکولوں سے ہٹ کر اپنے سکول میں تعلیم حاصل کرسکیں۔ اسلامیہ ہائی سکول جالندھر آپ ہی کا قائم کردہ ہے۔ اس ادارے نے آگے چل کر اسلامیہ کالج کی صورت اختیار کرلی، یہ سکول ۱۹۱۹ء میں دسویں جماعت تک منظور ہوگیا تھا۔

دارالقرآن کا قیام

آپ سنٹرل جیل جالندھر کے قریب پابندی سے درس قرآن دیا کرتے تھے۔ وہیں آپ نے دارالقرآن کا سنگ بنیاد رکھا جہاں درسِ قرآن کا سلسلہ قیام پاکستان تک رہا۔ اس کے ساتھ ایک پندرہ روزہ رسالہ "الفلاح" بھی نکالتے رہے۔

مدرستہ البنات کا قیام

پہلے آپ نے دسمبر ۱۹۲۲ء میں اس کا آغاز دارالعلوم دین کے نام سے ایک مکان میں کیا۔ اس میں ظہر کے بعد پڑھائی ہوتی تھی۔

۲۰ نومبر ۱۹۲۶ء کو باقاعدہ شہر جالندھر میں مدرستہ البنات کا قیام عمل میں آیا، نصاب میں قرآن کریم باترجمہ وتفسیر، حدیث شریف، ادب عربی، عربی گرائمر، اسوۂ صحابیات کے مضامین شامل تھے۔ ۱۹۴۷ء میں خالی ہاتھ پاکستان کی سرزمین پہ قدم رکھا اور یہاں مدرستہ البنات قائم کیا جو آج بھی لیک روڈ پر موجود اور لاہور کے ممتاز اداروں میں سے ہے۔ اس میں کالج تک کی تعلیم ہوتی ہے اور ساتھ ہی عربی اور دینی علوم کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اس کی پرنسپل مولانا کی صاحبزادی حمیرا خانم ہیں۔ اور اس ادارہ کے ساتھ ہی مولانا کے فرزند مولانا عبدالحق خاں مکتبہ اور مطبع علمیہ کے نام سے علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس مطبع سے سینکڑوں علمی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

مولانا کی شادی

۲۹ جنوری ۱۹۰۷ء کو خاں عطاء محمد خاں کی بڑی صاحبزادی بانو[1] سے ان کی شادی ہوئی۔

اولاد

ایک فرزند مولانا عبیدالحق خاں اور دو بچیاں، حمیرا خانم اور زینت خانم ہیں۔ مدرستہ البنات سے فارغ التحصیل ہونے والی بہنوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔ یہ آپ کی روحانی اولاد کی طرح ہے۔

تصانیف!

آپ کی بہت سی تصانیف میں سے العنبا ئے اردو معتور (حصہ اوّل و دوم) - بار کورۃ القراءۃ، الدروس العربیہ، (علمی طریقۃ المحادثہ)، الھدیتہ السنیہ من الاحادیث النبویہ، اور قرآن مجید کا اردو ترجمہ ترجمان القرآن قابلِ ذکر ہیں۔

ترجمان القرآن

مولانا نے پہلے قرآن کریم کے مفرد الفاظ کو الگ الگ کرکے ہر لفظ کے نیچے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، پھر اس کے نیچے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے میں بچوں اور بڑوں دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ اب تک اس سے پہلے آٹھ اور آخری دو پارے شائع ہو چکے ہیں۔ حکومت آزاد کشمیر نے اپنے تمام سرکاری مدارس میں داخل نصاب کر رکھے ہیں اور کئی اداروں میں بھی داخلِ نصاب ہیں۔ نواں پارہ زیر طباعت ہے۔ اور یہ پارے مطبع علمیہ ۱۵ لیک روڈ لاہور سے آپ کے فرزند مولانا عبیدالحق خاں کے اہتمام سے شائع ہو رہے ہیں۔

یکم اپریل ۱۹۶۰ء بروز جمعہ وصال ہوا۔ اور آپ کے وصال پر حزن عام محسوس کیا گیا۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ

---

[1] محترمہ بانو پندرہ سال کی عمر میں مولانا کے نکاح میں آئیں پھر مولانا سے دینی تعلیم کی تکمیل کر کے ان کا دست و بازو بنیں مولانا کے ساتھ ہر قسم کی مشکلات میں پہاڑ کی طرح ڈٹی رہیں ہ اور کار تعلیم کو آگے بڑھانے میں مولانا کا بھرپور ساتھ دیا۔ مدرستہ البنات کو بام عروج تک پہنچانے میں انتھک محنت اخلاص اور بے لوث جذبۂ عمل سے کام لیا۔ ۱۹۴۷ء میں مولانا کے ساتھ سکول کی طالبات کے ہمراہ لاہور پہنچیں اور یہاں بھی حسب سابق کام کرتی رہیں۔ فالج کے حملہ سے ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو اپنے اللہ سے جا ملیں۔ اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا

ترجمان القرآن از مولانا عبدالحق عباس

" قرآن مجید کے اردو ترجمے کثرت سے شائع ہو چکے ہیں۔ مگر ترجمان القرآن کے فاضل مصنّف نے جدّت یہ کی ہے کہ ہرآیت کا ترجمہ پہلے ہر ہر لفظ کے لئے الگ الگ خانہ بناکر اس طرح کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ کونسا لفظ قرآن مجید کے کس لفظ کا ترجمہ ہے اس کے بعد عام سہولت کے لئے دوسری سطر میں بامحاورہ اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے۔

اس ترجمہ کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ یہ ترجمہ بھی ہے اور لغت قرآن بھی اور اس حیثیت سے اس کا افادہ ان تراجم سے زیادہ ہے۔ جو محض ترجمہ ہیں۔" [1]

---

[1] برھان (ماہنامہ) دہلی اگست ۱۹۵۳ء ص۱۲۷

مولانا صوفی عبدالحمید

آپ نوراحمد خاں صاحب کے فرزند ہیں، ۱۹۱۷ء کو ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ تحصیل وضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے، مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ۱۳۶۱ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی علامہ عبدالشکور لکھنوی سے بھی استفادہ کیا۔ طبیہ کالج حیدرآباد دکن سے چار سالہ کورس مکمل کر کے سند حاصل کی، واپسی پر گوجرانوالہ میں پہلے مطب اور پھر مدرسہ نصرۃ العلوم میں تدریس شروع کی، مدرسہ کے مہتمم اور مسجد نور کے خطیب ہیں۔

آپ کے قلم سے کئی کتب کے عمدہ تراجم منصہ شہود پر آچکے ہیں۔ اسی طرح بعض درسی کتابوں کے حواشی بھی آپ نے تحریر فرمائے ہیں (ان میں تشریحات سواتی علی ایساغوجی صفحات ۱۶۴ بھی ہے

معالم العرفان فی دروس القرآن

یہ مولانا صوفی عبدالحمید ہزاروی کے درسِ قرآن کا ایک حسین مجموعہ ہے۔ جسے حاجی لعل دین ایم۔ اے نے مرتب کیا ہے۔ اس کی ابھی تک پانچ جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ پہلی جلد سورۃ الفاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے اور اس کے بڑے سائز کے ۱۱۲ صفحات ہیں۔ دوسری جلد سورۃ الملک سے سورۃ نوح تک اور تیسری سورہ جن سے المرسلات تک ہے اس کے ۴۶۴ صفحات ہیں۔ چوتھی جلد سورۃ النباء سے سورۃ الناس تک ہے اس کے ۵۹۲ صفحات ہیں۔ اور پانچویں جلد سورۃ البقرپ۱ کی تفسیر ہے اور اس کے ۴۹۶ صفحات ہیں۔

یہ تفسیر عام فہم بھی ہے اور عالمانہ بھی، اور نہایت ہی مفید ہے، اس کے باقی حصے بھی بالاقساط آنے والے ہیں معالم العرفان اسم بامسمّٰی ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت مولانا کو اس کی تکمیل کی پوری توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

نماز مسنون :- نماز اور اس کے مسائل پر فقہ حنفی کی روشنی میں انتہائی جامع کتاب جو ۲۶×۲۰ سائز کے ایک ہزار کے قریب صفحات پر مشتمل ہے، اور بڑی مقبول ہے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، پارہ نمبر ۲۹ اور ۳۰ پر مشتمل کئی جلدوں میں، تفسیر چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اور باقی جلدیں ساتھ ساتھ آرہی ہیں۔

یہ تفسیر بڑے کام کی تفسیر ہے اس سے ہر خاص و عام استفادہ کر سکتا ہے۔

مولانا عبدالحی

مولانا خواجہ عبدالحی بن خواجہ عبدالرحیم فاروقی گورداسپور کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم وطن ہیں حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند پہنچے اور ۱۹۱۲ء میں مولانا محمود حسنؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد میرٹھ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے، اسی دوران چھٹی کے اوقات میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے استفادہ کیا، تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں آپ کو لاہور بھیج دیا گیا، ۱۹۱۹ء میں شاہی مسجد لاہور میں آپ کی ایک مجاہدانہ تقریر کو باغیانہ تصور کیا گیا۔ عبور دریائے شور اور ضبطی جائیداد کی سزا سنائی گئی۔ لبعد میں عام معافی کے اعلان میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو نجات دی۔ پھر جامعہ ملیہ دہلی میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوئے

قیام پاکستان کے موقع پر لاہور آگئے اور اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوئے اور آخری وقت تک یہ خدمات انجام دیتے رہے۔

تفسیر کے علاوہ آپ کی کئی گراں قدر تصانیف ہیں جن میں اسباب النزول، ارکان اسلام، ہمارے نبی، پیارے رسول۔ نبیوں کے قصے خلفائے اربعہ اور حالاتِ قرآن مجید خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۵ رمضان ۱۳۸۴ھ / ۸ جنوری ۱۹۶۵ء کو لاہور میں وصال ہُوا۔

تفسیر بیان

یہ مولانا عبدالحی فاروقی کی تالیف ہے اور یہ سورہ آلِ عمران کی تفسیر ہے۔
مولانا نے جن دیگر قرآنی سورتوں کی تفسیر لکھی ان کی کچھ تفصیل یہ ہے۔
برہان الخلافۃ الکبریٰ ۔ (تفسیر سورۃ البقرۃ)، سبیل الرشاد (تفسیر سورۃ الحجرات)، مراۃ المستقیم (تفسیر سورۃ انفال و سورہ توبہ)، عبرت (تفسیر سورہ یوسف)، (تفسیر سورۃ نور)، شبل الاسلام (تفسیر سورۃ المجادلۃ تا سورۃ التحریم — اٹھائیسویں پارہ کی)
ذکریٰ (تفسیر پارہ عم — ۳۰) اور البصائر (تفسیر سورۃ بنی اسرائیل)
اس طرح انجمن اصلاح و تبلیغ لاہور نے جو درسِ قرآن (ترجمہ قرآن) شائع کیا ہے اس کے بورڈ میں بھی آپ اہم رکن تھے۔

مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب

ولادت

آپ بانی جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کے فرزند ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں حاصل کی، حفظ قرآن کا آغاز بھی امرتسر ہی میں ہوا۔ پہلے ۲۰ پارے جناب قاری محمد اسماعیل صاحب سے حفظ کئے اور آخری دس پارے جناب قاری خدا بخش مرحوم سے حفظ کئے۔

درس نظامی کی ابتدائی اور وسطی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں دورۂ حدیث ۱۹۵۴ء میں جامعہ اشرفیہ میں پڑھا۔ اور سند الفراغ حاصل کی۔

۱۹۵۶ء میں دیوبند گئے وہاں جلال آباد کے جلسہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بھی مدعو تھے، وہاں آپ نے ان کا بیان سنا تو گرویدہ ہوگئے اور دس بارہ دن تک ان کی خدمت میں رہے، حضرت مدنیؒ نے صحاح ستّہ کی اجازت سے بھی نوازا۔

تدریس

۱۹۵۵ء سے آپ جامعہ اشرفیہ میں تدریس پہ مامور ہیں، پہلے ہی سال مشکوٰۃ شریف پڑھائی، ۱۹۵۷ء اور مابعد میں دوسری کتب احادیث پڑھا رہے ہے۔

خطابت

۱۹۵۶ء میں والد محترم نے "مسجدِ حسن" کی خطابت آپ کے سپرد کردی خطابت کے ساتھ درسِ تفسیر بھی ہو رہا ہے۔

اہتمام

والد صاحب کی زندگی میں بھی ۸ سال تک نائب مہتمم رہے

حج | آپ نے کئی حج اور عمرے کئے ہیں۔

بیعت | ۱۹۷۶ء میں اپنے والد صاحب سے بیعت ہوئے، ان سے "مجازِ صحبت" بعد میں حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحبؒ سے تکمیل کی۔ اور ان کی طرف سے مجاز بیعت ہوئے۔

تصنیفی خدمات | ۱۹۵۷ء میں حجیت حدیث اور عصمتِ انبیاءؑ" کے موضوع پر ماہنامہ "فروغِ اسلام" لاہور میں قسط وار مضامین شائع ہوئے، "ترجمانِ اسلام" اور "خدام الدین" میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں

۱۔ نظامِ اسلامی ۔ ۳۲ صفحات کا پمفلٹ محکمہ پنجاب نے شائع کیا ہے

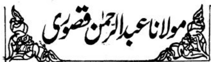
۲۔ نبوت محمدی کا عقلی ثبوت ۔ ۲۲ صفحات کا پمفلٹ درس کے دوران ٹیپ کیا گیا اور پھر سائیکلوسٹائل

۳۔ حیاتِ مسیح ۔ عقلی نقطہ نظر سے حصہ اوّل، دوم وسوم صفحات ۲۲ ۔

۴۔ اطاعت رسول اور عصمت انبیاء حصہ اوّل، دوم، سوم صفحات ۲۲، ۲۴

۵۔ ختم نبوت اور اس کے دلائل " " " " صفحات ۲۳ ۔

۶۔ تفسیر نکات القرآن (مطبوعہ)



مولانا عبدالرحمن قصوری ایک مستند عالم دین تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کیئے۔ دینی علوم کی تحصیل دارالعلوم دیوبند میں کر کے سند حاصل کی۔ آپ نے ایک عرصہ تک جامع مسجد فتح دین خان میں اعلیٰ دینی و علمی خدمات انجام دیں آپ کی تصانیف میں درج ذیل نہایت ہی قابل قدر ہیں۔

(۱) انوار التفسیر ـــــ پارہ نمبر ۲۴، جون ۱۹۵۹ء میں ۱۵۲ صفحات میں شائع ہوا۔ اور پارہ نمبر ۲۵، دسمبر ۱۹۵۹ء میں ۱۴۸ صفحات میں شائع ہوا۔ اور پارہ نمبر ۲۶ ۱۹۶۰ء میں ۱۵۱ صفحات میں شائع ہوا۔ یہ تین پارے ہی دیکھنے میں آئے ہیں۔ آپ نے انوار التفسیر میں نہایت مختصر اور سادہ الفاظ میں عمدہ تفسیر کی ہے۔

(۲) انوار القرآن ـــــ قرآن پاک کے مشکل الفاظ کے معانی پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل ۲۸۰ صفحات میں اور جلد دوم ۳۲۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔

(۳) تحفۃ الاحادیث ـــــ جلد اوّل ۲۸۸ صفحات اور جلد دوم ۳۲۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔

(۴) ھدایۃ الشیعہ ـــــ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب کا اردو ترجمہ۔

(۵) دعائیں اور عقائد اسلامیہ ۔ ۷۲ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

شعبۂ حدیث، جامعہ اسلامیہ بہاولپور

آپ ۱۸ ذیلقعدہ ۱۳۳۳ھ / ۲۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کو جے پور (انڈیا) میں جناب منشی محمد عبدالرحیم بن محمد بخش بن بلاقی بن چراغ محمد بن ہمت کے گھر پیدا ہوئے۔ نسب کے اعتبار سے کچھواہہ راجپوت ہیں۔ ہمت صاحب کے زمانے سے سلسلہ معاش تجارت ہے۔ آپ کے چچا حافظ عبدالکریم صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اور ان کی اہلیہ آپ کی حقیقی خالہ تھیں۔ آپ ہوش سنبھالنے ہی سے پہلے ان کی آغوشِ تربیت میں چلے گئے۔ انہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، ابتدائی فارسی کے کچھ اسباق والد محترم سے بھی پڑھے، پھر اپنے محلہ "لساطیاں" کی مسجد میں ایک مکتب "مدرسہ الوادِ محمدی" کے نام سے قائم تھا، کچھ عرصہ وہاں پڑھتے رہے۔ زاں بعد مدرسہ "تعلیم الاسلام" بیرون اجمیری دروازہ میں "منشی" کا امتحان دینے کی غرض سے داخل ہوئے، وہاں کے اساتذہ سے استفادہ کے بعد "منشی" کا امتحان دیا اور ۱۹۲۷ء میں اس امتحان میں کامیابی کے بعد عربی علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوگئے، اور اسی مدرسہ کے اساتذہ مولانا قدیر بخش بدایونی سے میزان سے لیکر "صحیح بخاری" کے ابتدائی اسباق تک درس نظامی کے اکثر و بیشتر مروجہ کتابیں پڑھیں۔ ان کتابوں کے علاوہ، مولوی، مولوی عالم، اور مولوی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے انہی سے پڑھ کر دیئے، مئی ۱۹۳۳ء میں فراغت حاصل کی اسی سال مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل

کا امتحان اسی یونیورسٹی سے پاس کیا۔

ندوۃ العلماء میں

۱۹۳۴ء ہی میں "دارالعلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ میں داخلہ لیا، دو سال کے عرصۂ قیام میں حضرت شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خاں ٹونکیؒ سے بخاری و ترمذی کے علاوہ مقدمہ صحیح مسلم، تفسیر جلالین اور دیگر کتب کا درس لیا۔ علم حدیث سے مناسبت انہی کے صحبت میں پختہ ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں ان سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ محمود حسن خاں ٹونکی برادرِ معظّم حضرت شیخ الحدیث موصوف کے ہاں حیدر آباد دکن پہنچے اور چار سال تک ان کی زیر نگرانی ان کی کتاب "معجم المصنفین" کی تدوین و تالیف میں کام کرتے رہے۔ ان چار سالوں میں ان سے بھی (تاریخِ علوم اور مصنفینِ اسلام کے موضوعات پر) خوب خوب استفادہ کیا۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ "میری تالیفات میں اگر کچھ علمی سرمایہ ہے تو یہ انہی دونوں بزرگوں کا صدقہ ہے"۔ بیعت کا تعلق بھی مولانا حیدر حسنؒ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہؒ ہی سے ہے۔

ندوۃ المصنفین میں

۱۹۴۲ء میں ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق مقرر ہوگئے اور قیام پاکستان تک وہاں کام کرتے رہے۔

پاکستان میں

۱۹۴۷ء میں پاکستان آگئے اور دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ میں دو سال تک تدریس کی، ۱۹۵۵ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں برائے تدریس تشریف لے گئے اور وہاں فقہ، حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ باقی سب کتب حدیث زیر درس رہیں۔

جامعہ اسلامیہ میں!

۱۷ ستمبر ۱۹۶۳ء سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شعبہ حدیث سے متعلق ہیں۔ اور ریڈر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

تصنیفی خدمات

(۱) ۔ لغات القرآن ۔ (اردو) جلد اوّل، دوم، سوم اور چہارم شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی ۔

۲ ۔ امام ابن ماجہ اور علم حدیث ! (اردو) شائع کردہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۔

۳ ۔ ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (عربی) شائع کردہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۔

یہ سنن ابن ماجہ کا مقدمہ ہے جو حجیتِ حدیث، تاریخ حدیث، ابن ماجہ کی سوانح عمری اور ان کے سنن کے تعارف پر مشتمل ہے ۔

۴ ۔ التعقیبات علی الدراسات ! (عربی) یہ ملّا معین سندھی کی مشہور کتاب "دراسات اللبیب فی اسوۃ الحسنہ بالحبیب" کا حاشیہ ہے اور اس کے مباحث پر تنقید ہے۔ اس کا ایک سو صفحے کا مقدمہ بھی ہے، جس میں ملّا معین کی سوانح اور ان کی کتاب "دراسات" کا تعارف ہے ۔ یہ کتاب "سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ" سے شائع ہوئی ہے ۔

۵ ۔ التعلیقات علی ذب ذبابات الدرسات ! (عربی) اصل کتاب سندھی ادبی بورڈ سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے ۔ "ذب ذبابات" مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی تصنیف ہے جو ملا معین سندھی کی "دراسات اللبیب" کا رد ہے ۔ دراسات" اور ذب دونوں کا تعلق اجتہاد اور تقلید کے مباحث سے ہے ۔

۶ ۔ التعلیق القویم علی مقدمتہ کتاب التعلیم ! (عربی) امام مسعود بن شیبہ سندھی نے "کتاب التعلیم" کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی تھی جو فقہ و کلام کے مسائل کی جامع تھی ۔ زمانہ کی دست برد سے اصل کتاب تو ضائع ہو گئی۔

لیکن کتاب کا مقدمہ باقی رہ گیا جو امام ابو حنیفہؒ کے مناقب اور ان کے مذہب کی ترجیح پر مشتمل ہے ۔ اور امام الحرمین جوینی کی "مغیث الخلق الی الحق" اور امام غزالی کی "المنخول" کا رد ہے ۔ اور ان دونوں بزرگوں نے مذہب حنفی پہ جو اعتراضات کئے تھے، ان کا تفصیلی جواب ہے ، "التعلیق القویم" اس "مقدمہ" کا نہایت مفصل اور مدلل حاشیہ ہے ۔ یہ کتاب بھی سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہو چکی ہے ۔

اولاد

۱۹۴۴ء میں آپ کا نکاح ہوا ۔ دو فرزند اور تین دختران ہیں ۔ بڑے فرزند محمد عبدالمعید ۱۳۹۰ ھ میں انتقال کر گئے ۔ ان سے چھوٹے حافظ قاری مولوی عبدالشہید ایم ۔ اے جامعہ کراچی میں عربی ادب کے لیکچرر ہیں ۔ اور دو لڑکیاں امتہ اللہ اور امتہ الرحیم قرآن پاک کی حافظ اور قاری ہیں ۔ ان سے بڑی امت الرحمٰن مولانا محمد احمد صاحب نائب ناظم کتب خانہ رالطبتہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کی اہلیہ ہیں ۔ جو پہلے ٹنڈو ٹاؤن میں مدرس تھے ۔

مولوی قاری عبداللطیف

مولوی قاری عبداللطیف مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم جامع مسجد قبرستان ہوتی مردان کے بانی اور مہتمم ہیں۔ حافظ اور قاری ہیں۔

تفسیر کاشف البیان

یہ مولوی عبداللطیف قادری مردانی کے (درسی افادات) ہیں، جنہیں جناب محمد علی خاں صاحب وفاقی وزیر تعلیم نے سلیقے کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

مولانا عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں! "اس فقیر کے دل میں عرصہ دراز سے یہ شوق مضمر تھا کہ اردو زبان میں ایک ایسی جامع اور مکمل خلاصہ تفسیر عام فہم لکھی جائے جس سے کم علم اور ادنیٰ سے ادنیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی مستفید ہوسکیں۔۔۔۔۔

اللہ پاک نے اس شوقِ مضمر کو پورا کرنے کے لئے غیب سے یہ سبب پیدا کیا کہ الحاج محمد خاں صاحب ہوتی مردان کے قلب میں قرآن کے بامعنی اور تفسیر پڑھنے کا شوق ڈالا، اس فقیر نے پڑھانا شروع کردیا اور وہ ان تقاریر اور تشریحات کو قلمبند فرماتے چلے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالے کے کرم واحسان سے مکمل تفسیر کا مسودہ دس سال کے عرصہ میں پورا ہوگیا۔ جملہ تراجم میں چونکہ آسان اور عام فہم ترجمہ تفسیر حقانی کا ہے اس لئے اس تفسیر میں اس ترجمے کو کئی جگہ اور آسان کرکے لکھا گیا ہے"۔

اس کی دو جلدیں پیش نظر ہیں، پہلی جلد ۱۳۹۹ھ میں شاہین برقی پریس پشاور سے ۵۵۲ صفحات میں اور دوسری ۵۶۵ صفحات میں چھپی ہے، اور یہ پارہ نمبر ۱۰ تک ہے۔

مولانا قاضی سید عبداللطیف سواتی

آپ مولانا سید غلام محمود جیلانی کے فرزند ہیں۔ ۱۲۹۰ھ کے قریب، گالوشح ڈاکخانہ دیولئی، تحصیل کبل، علاقہ نیک پی خیل سوات میں پیدا ہوئے۔

اپنے والد اور بڑے بھائی مولانا غلام قادر[۱] (۱۲۸۳ــــ ۱۳۵۸ھ) سے تعلیم حاصل کی، پھر رامپور پہنچے اور وہاں سے سند الفراغ حاصل کی۔ واپس وطن آکر درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ کی تصانیف میں "تفسیر یسیر" (پشتو زبان میں) مطبوعہ اور تعلیم النساء (حاشیہ شرح عقائد اور ایک فہرست آیات القرآن الکریم کی غیر مطبوعہ یادگار چھوڑیں جو آپ کی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔

آپ کا ۱۳۷۲ھ میں وصال ہوا۔

اولاد میں دو بیٹے ہیں اور دونوں مستند عالم ہیں۔

---

[۱] مولانا سید غلام قادر (۱۲۸۳ ... ۱۳۵۸ھ) نے اپنے والد اور دیگر علماء سے علوم کی تحصیل کی۔ پھر ساری عمر درس وتدریس کا کام برابر جاری رکھا۔ آپ کے تلامذہ بیشمار ہیں۔ اولاد میں مولانا سید محمد عبدالحلیم، مولانا سید محمد عبدالمعز مدرسہ امینیہ دہلی کے، فضل عزیز جامعہ اشرفیہ لاہور۔ فیض المنعم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور عبدالمتین جامعہ اشرفیہ لاہور سے کے فارغ ہیں۔ پانچوں بیٹے مستند عالم دین اور دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عبدالمجید باجوڑی

عبدالمجید باجوڑی کم عمری میں آگرہ آ گئے تھے ۔ حضرت سعادت اللہ اسرائیلی کے سایۂ عاطفت میں درس نظامیہ کی تکمیل کی اور حضرت مولانا نے اپنی دختر منسوب کی سینٹ جانسن کالج میں لیکچرر عربی کے ہوئے، پھر مشن کالج پشاور میں پروفیسر ہو گئے ۔ آگرہ آتے جاتے رہے ۔ مولانا انعام اللہ خاں مرحوم کے احباب خصوصی میں سے تھے "حیات جمال الدین حسن افغانی" اور چند کتب تصنیف کیں ۔ تفسیر قرآن پاک مرتب کی ۔ ترتیب میں مشورہ خاں صاحب اور مولانا سعادت اللہ سے کیا ۔ یہ تفسیر معرکہ کی تھی ۔ افسوس طبع نہ ہو سکی ۔ ۱۹۴۷ سے پہلے واصل بحق ہوئے ۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے ۔ آپ کے صاحبزادے کراچی میں مقیم ہیں ۔ (مشاہیر اکبرآباد ص)

سنہ ۱۹۴۰ء میں فوت ہوگئے ۔

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی

۱۹۰۱ ۱۹۵۹ء

آپ مولانا عبدالمجید سوہدروی کے فرزند، مولانا غلام نبی کے پوتے اور مولانا عبدالمنان حافظ، محدث وزیرآبادی کے نواسے تھے ۔ ۱۹۰۱ء کو سوہدرہ، گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے ۔ اپنے دادا سے تعلیم حاصل کر کے سیالکوٹ چلے گئے، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے تکمیل کر کے ۲۰ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہو گئے ۔

فراغت کے بعد سوہدرہ میں توحید و سنت کی اشاعت میں مشغول ہو گئے ۔ ۱۹۲۱ء میں ماہنامہ "مسلمان" جاری کیا جو ۱۹۳۸ء کے بعد ہفت روزہ کر دیا گیا ۔ یکم جون ۱۹۴۹ء کو "اہل حدیث" جاری کیا جو ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا، اور "مسلمان" دوبارہ ہفت روزہ سے ماہنامہ ہو گیا ۔ جس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا ۔

آپ ایک بلند نظر عالم، شعلہ نوا خطیب اور مقرر اور اعلیٰ پایہ کے ادیب، صحافی اور طبیب تھے ۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریکِ پاکستان میں سرگرم حصہ لیا ۔ آپ کی اسلامی تصانیف کی تعداد ۲۳ اور طبی ایک سو ہیں ۔

اسلامی تصانیف، تفسیر، سیرۃ، تاریخ، حدیث، اور سوانح پر مشتمل ہیں ۔ ان میں راہبرِ کامل ۲۳۲ صفحات (پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں) دولت مند صحابہؓ ۸۰ صفحات، سیرہ عائشہ صدیقہؓ ۱۱۲ صفحات، سیرۃ فاطمہ ۱۲۸ صفحات، سفرنامہ حجاز ۲۰۰ صفحات، سیرۃ الائمہ ۳۰۴ صفحات، سیرت

حضرت امام ابوحنیفہؒ ۳۲ صفحات، داستانِ مرزا، سیرۃ ثنائی ۱۶۴ صفحات، انتخاب صحیحین ۱۶۸ صفحات، حدیث کی پہلی تا چوتھی کتاب، انگریزو دہابی، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ۵۲ صفحات میں، سورۃ الفاتحہ کی ۱۹۲۳ء میں ۱۴۴ صفحات میں ایک جامع تفسیر لکھی۔

۶ نومبر ۱۹۵۹ء کو وصال ہوا۔ پہلی اہلیہ سے بڑے فرزند حافظ محمد یوسف ہیں۔ دوسری شادی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے حافظ عبدالوحید بی۔اے ایل ایل بی، اور دو لڑکیاں ہیں۔ [1]

[1] عبدالرشید عراقی: تذکرہ بندگانِ علوی: گوجرانوالہ: ۱۹۸۷ء ص ۶۲، ۶۵

مولانا عبدالہادی شاہ منصوری

آپ مولانا عبداللہ کے فرزند تھے۔ شاہ منصور ضلع مردان میں ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اور متوسط کتب کی تعلیم اپنے والد اور علاقہ کے دیگر علماء سے حاصل کی، پھر مولانا قطب الدین غور غشتوی سے پڑھتے رہے دورہ حدیث کی تکمیل مولانا نصیر الدین غور غشتوی سے کی۔

دورہ تفسیر کی تکمیل مولانا حسین علی صاحب سے کی۔ انہی سے بیعت ہوئے اور پھر مجاز بھی۔

۱۹۲۷ء میں اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی اور اس میں حسبۃً للہ پڑھاتے رہے۔ ۱۵ شعبان سے ۲۴ رمضان تک دورۂ تفسیر بھی پڑھاتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد تیس ہزار کے قریب ہے۔ آپ نے ۶۱ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

آپ کی تصانیف میں تفسیر البرھان فی مشکلات القرآن (عربی مطبوعہ)، تسہیل البخاری (مطبوعہ)، تسہیل الترمذی (مطبوعہ)، تسہیل المشکوٰۃ (مطبوعہ)، تلخیص العقائد (مطبوعہ)، اور بیان النظر فی عنوان التعبیر۔ (غیر مطبوعہ) ہیں۔

ایک سو آٹھ سال کی عمر میں ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ/ ۲۳ اگست ۱۹۸۷ء کو وصال ہوا۔ کوئی ۶۵، ۷۰ ہزار افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اولاد میں مولانا نور الہادی اور فیض الباری ہیں۔ مولانا نور الہادی اپنے والد کے طرز پر تفسیر پڑھاتے ہیں اور والد کے جانشین ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی

مولانا عبیداللہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں کے سکھ گھرانے میں ۱۲ محرم ۱۲۸۹ھ کو پیدا ہوئے۔

شیخ عبداللہ نومسلم کی کتاب "تحفۃ الہند" ہاتھ لگ گئی ہے۔ اور یہی قبول اسلام کا ذریعہ بنی، اعزہ نے تعاقب کیا۔ مگر کسی کے ہاتھ نہ آئے اور سندھ میں عربی کی کتابیں پڑھیں، وہیں ایک بزرگ حافظ محمد صدیق (بھرچونڈی) کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے، پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے اور مولانا محمود حسن سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی، ابوداؤد شریف مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھی، پھر سندھ میں تدریس کرتے رہے ۱۳۲۷ھ میں اپنے استاذ مولانا محمود حسن کے ارشاد پر جمعیۃ الانصار میں شامل ہوگئے۔ اور ۱۳۳۳ھ میں کابل ہجرت کی۔ آزادئ وطن کے سلسلہ میں بیش بہا قربانیاں دیں۔

دین پور نزد خانپور ضلع رحیم یار خاں میں ۲۳ اگست ۱۹۴۴ء میں انتقال ہوا۔ اور وہیں تدفین ہوئی۔

تفسیر المقام المحمود

یہ مشہور مجاہد عالم مولانا عبیداللہ سندھی کی تفسیر کا تیسواں پارہ ہے، جسے ان کے شاگردِ رشید مولانا عبداللہ لغاری (م ۴ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مدفون سانگھڑ سندھ) نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

یہ پارہ نظام الدین بالی پوٹہ پروپرائٹر انٹرنیشنل بک کارپوریشن میر آباد حیدرآباد سندھ نے شائع کیا ہے، اس کے مقدمہ میں مرقوم ہے کہ "مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران سارے قرآن مجید کی تفسیر اپنے تلمیذ خاص مولانا عبداللہ لغاری کو قلمبند کرائی، جس کی نقول دہلی، لاہور، کراچی وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور اصل نسخہ مخطوطہ از دست مولانا عبداللہ لغاری سندھ یونیورسٹی میں موجود ہے۔ اسی کا پارہ عم شائع ہوا ہے۔

یہ کامل تفسیر متعدد اقساط میں شائع ہورہی ہے۔

اسی طرح مولانا سندھی کے ایک دوسرے شاگرد پروفیسر مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی (شاہ ولی اللہ اکیڈیمی حیدرآباد) نے بھی "الہام القرآن فی تفسیر القرآن" کے نام سے آپ کی تفسیر کو مرتب کیا ہے جو مطبوعہ ہے۔

قاضی عبیداللہ

مولانا قاضی عبیداللہ بن مولانا قاضی غلام لیٰسین بن مولانا عبدالرزاق بن مولانا محمد بن القاضی عبدالرحمٰن ۸ شوال ۱۳۱۱ھ کو ڈیرہ غازیخاں کہنہ میں پیدا ہوئے۔ درسیات کی تکمیل والد ماجد اور مولانا احمد بخش گدائیوی (استاذ مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاولپور) اور مولانا اللہ داد سے حاصل کی، مولانا اللہ داد مولانا سیف الرحمٰن محدث پشاوری کے شاگرد تھے، انہی سے آپ نے سند حاصل کی، مولانا الحاج الحافظ سید محمد صاحب ساکن ڈیرہ اسماعیل خاں خلیفہ حضرت خواجہ سراج الدین نقشبندی سے نقشبندی سلسلہ میں خلافت حاصل کی، فراغت کے بعد علمی خدمات میں زندگی گزری مضبوط مدرس عالم، مصنف اور مناظر ہیں۔ آپ کی ایک درجن سے زیادہ تصانیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں، ان میں اردو ترجمہ قرآن، عربی حواشی کے علاوہ احسن البیان (مطبوعہ یہ ربطِ آیات کے بارے میں ہے) المیقات (حدیث، مطبوع) مرأۃ التناقیح، تاریخ العلماء، شرح فقہ اکبر بروایتہ ابی مطیع، فتاوی عبیدیہ، اور غالی نامہ، (مطبوع) وغیرہ ہیں۔ آپ دارالعلوم عبیدایہ کے صدر مدرس، مہتمم، اور جامع مسجد عبیدیہ ڈیرہ غازی خاں کے خطیب ہیں۔ آپ کے فرزند مولانا قاضی شمس الدین بھی اچھے عالم ہیں۔

ترجمۂ قرآن :-

یہ ترجمہ پاکستان کے مشہور عالم مولانا قاضی عبیداللہ نقشبندی کے قلم سے ہے۔ اور پورے قرآن مجید کا ترجمہ ہے، ۱۹۷۵ء تک غیر مطبوع تھا۔ مولانا نے قرآن مجید پر عربی میں بھی حواشی لکھے ہیں یہ بھی مکمل ہیں اور ۱۹۷۵ء تک غیر مطبوع تھے، اللہ کرے کہ دونوں جلد چھپ جائیں۔

مفتی عزیز احمد

آپ مولوی علاءالدین (م ۱۹۲۵ء) کے فرزند ہیں۔

۱۹۰۱ء میں قصبہ آنولہ ضلع بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔

۱۹۱۲ء میں مولوی محمد حافظ بخش سے قرآن مجید حفظ کیا۔

درس نظامی کی کتابیں مدرسہ محمدیہ اور مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں علامہ مولانا احمد دین صاحب بنیری سوات قادری[1]، مولوی محب احمد، شاہ محمد ابراہیم، مولوی قدیر بخش وغیرہم سے پڑھتے رہے۔

۱۹۲۰ء میں جامعہ پنجاب سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا ۱۹۲۲ء میں دورۂ حدیث اپنے انہی اساتذہ سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۲ سال تک مدرسہ قادریہ بدایوں میں تدریس کی، پھر جنئیر اور گوالیار کے مدارس میں تین تین سال تدریس کرنے کے بعد عیدگاہ لاہور گڑھی شاہو

---

[1] مولانا احمد دین بنیری مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کے شاگرد تھے، انہیں ہر فن کا ایک متن یاد تھا، بالخصوص شرح جامی اور عبدالغفور وغیرہ کتبِ نحو میں آپ کی خاصی شہرت تھی، اکثر اوقات دیگر مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ آپ سے شرح جامی پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

ایک سو دس سال کی عمر میں آپ کا بدایوں میں انتقال ہؤا۔

(قادری، عزیز احمد : تیسیر البیان فی ترجمۃ القرآن : لاہور: قرآن کمپنی لمیٹڈ (۱۹۸)

آنا ہڑا اور اب تک علمی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

آپ نے دینی موضوعات پر دس رسائل — صفات المتقین ، حقوق الزوجین حقوق الوالدین ، احکام جنازہ چہل حدیث وغیرہ لکھے ہیں ۔ ان کے علاوہ قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا ہے ، مگر ابھی ترجمہ شائع نہیں ہوا ۔

بیگم مولانا عزیز گل

اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفورڈ اسٹین کی ساتویں لڑکی ہوں میں ۱۸۸۵ء میں حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوئی میرے والد بڑے انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے ، انہیں ہندوستان اور ہندوستانی لوگوں سے بہت لگاؤ تھا ۔ کبھی کبھی تو خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے ۔ ہماری خاندانی نسبتیں بڑی عظیم تھیں مگر ہمارے والد کا کہنا تھا ، کہ شرافت کا معیار کردار ہے نہ کہ خون ۔ بہر حال میں چھ سال کی رہی ہونگی کہ مجھے تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا گیا ۔ مجھے بیگمات سے ہمیشہ سے پیار رہا ، وہ ہر بات کا سبب کھوجنے کی کوشش کیا کرتی تھی ، میرے دوست احباب مجھے شفقت سے کگو کہا کرتے تھے کیونکہ میں ہر بات میں کیا ، کیوں اور اور کیسے جیسے سوال کرنے کی عادی تھی ۔

میں ایک عیسائی کنبے میں پیدا ہوئی تھی مگر سب عیسائی متحد نہ تھے عیسائیوں کے بہت سے فرقے تھے جو ایک دوسرے کو جہنمی کہتے تھے ۔ اس لئے عیسائی مذہب مجھے گورکھ دھندا سا لگا ، میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ حضرت عیسٰی خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے تھے مگر مجھے دعا سے بڑا شغف تھا اور میں اکثر ان دیکھے مالک سے لو لگا کر دعائیں کرتی رہتی تھی جب میں جوان ہوگئی تو میں نے بائبل کو تنقیدی نظر سے پڑھنا شروع کیا ، مجھے بائبل میں بہت سے بیانات ایک دوسرے سے ٹکراتے محسوس ہوئے ۔ مجھے بائبل کے کلام خدا ہونے میں شک ہونے لگا ۔

کچھ عرصہ بعد میری شادی ہوگئی ۔ مگر میرے شوہر ایک دیندار عیسائی تھے ۔ وہ میرے فکر و خیال کے ساتھی نہ بن سکے اس لیے میں نے فرصت کے وقت

فلسفہ کا مطالعہ شروع کیا اور اسپنسر ہکسلے اور دوسرے فلاسفہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا
مگر ان خیالی بھول بھلیوں سے مجھے کچھ نہ ملا ۔

انہی دنوں میں اپنے والد کے پاس ہندوستان آ گئی میری بارہ سالہ لڑکی اور دس سالہ
لڑکا میرے ساتھ تھے یہاں مجھے ویدانت پڑھنے کا موقع ملا ، مجھے اس کے پڑھنے
سے بڑی تسکین ملی ۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ چیز مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی ، ویدانت کے
مطالعے نے مجھے ہندو دھرم کے قریب کر دیا کچھ عرصہ کے لئے ایک ہندو خانقاہ
میں مہمان بن کر رہی اور بالآخر ہندو ہو گئی مجھے راما کرشن کے ویدانتی سلسلے میں داخل کر لیا
گیا مگر مجھے یہ شرک سا محسوس ہوا چنانچہ میرا یقین سا ہل گیا مجھے افسوس ہوا کہ حقیقت ابھی
اور آگے ہے اسی زمانے میں میں بیمار ہو گئی ۔ مجھے علاج کے لئے فرانس جانا پڑا وہاں
میرے سات اپریشن ہوئے ، ہر اپریشن پر موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی میں چاہتی تھی کہ
موت کے لئے تیاری کر لوں میں نے سوچا کہ دنیا ترک کر دوں اور آخرت کی تیاری میں لگ
جاؤں ، لہٰذا میں جب واپس ہندوستان آئی تو میں نے سنیاس لے لیا ۔ میں نے ایک سو
ساٹھ اپنشد پڑھے ۔ لیکن یہ کیا ...... یہاں بھی بائبل کی طرح ان گنت تضاد تھے ان
میں کون سی بات حق ہے اور کون سی غلط یہ کیسے معلوم ہو ، میں ایک بار پھر الجھ گئی ۔
مجھے خوف ہو گیا کہ اس ذہنی الجھن میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں ۔ مجھے یہ بھی احساس
ہوا کہ سنیاس سے میری روحانیت نہیں بڑھ رہی ہے ، نفسیاتی کشمکش بڑھ رہی ہے ۔

اسی زمانہ میں ہندوستان میں عدم تعاون کی تحریک چل پڑی ۔ ہندوستانی ہندوستانیوں
سے لڑ پڑے ۔ الموڑہ بھی فسادات سے بچا نہ رہا اس وقت میرے دل نے کہا کہ یہ خانقاہ
میں بیٹھ کر دھیان گیان کا وقت نہیں ہے ۔

بلکہ باہر نکل کر زخمیوں اور دکھیوں کی مدد کرنے کا وقت ہے میں نے اپنے
گرو جی سے یہ بات کہی مگر انہوں نے کہا کہ ہم لوگ دنیا دار نہیں ہیں ۔

تم جن باتوں کے کرنے کو کہہ رہی ہو یہ سیاست کی باتیں ہیں ہم ان باتوں میں
نہیں پڑتے ۔

مجھے ان کے سوچنے کے اس انداز پہ حیرت ہوئی ۔ میں انہیں تو خانقاہ چھوڑ کر
زخمیوں کی مدد پر آمادہ نہ کر سکی مگر میں خود خانقاہ سے نکل آئی اور میں نے زخمیوں ، مرلضیوں
اور دکھیوں کی امداد کی مجھے اس سے دل کو چین ملا اور میں نے طے کیا کہ روحانی ترقی
انسانیت کی خدمت کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے خانقاہوں کی زندگی سے نہیں چنانچہ
میں نے آشرم کھولنے کا فیصلہ کیا جس میں نوجوان لڑکوں کی اخلاقی تربیت کی جائے ۔
اس آشرم میں میں نے ہندو مسلمان کی قید نہیں رکھی ۔ وہاں ایک مسلمان لڑکا داخلے کے
لئے لایا گیا ۔ یہ لڑکا اپنے والدین کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا ۔ میں نے سوچا کہ جب تک
میں مسلمانوں کے نظام حیات کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں ، میں اس تربیت
کا حق ادا نہ کر سکوں گی ۔ اس نیت سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا اب تک میں مسلمانوں
سے ڈرتی تھی میں سمجھتی تھی کہ مسلمان ایک قسم کے "ڈاکو" ہوتے ہیں جو ہر قسم کا ظلم کر سکتے
ہیں لیکن اس کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں یہ تو سراسر حق تھا اور دل میں اترتا چلا جاتا تھا ۔
یہ علمی ویدانت تھا ۔ آہ اب تک کن اندھیروں میں تھی افسوس کہ یورپی مشنریوں نے اسلام کی
کتنی غلط تصویر پیش کی ہے ۔ وہ مذہب جسے خونخوار بھیڑیوں کا مذہب سمجھتی تھی ،
مکمل سچائی کا دین تھا ۔ میرے اللہ میں کیا کروں میں نے تو ساری زندگی اکارت کر دی ، میں
نے سوچا میں ہندو ہی رہوں یا ہندو مت کو چھوڑ دوں ۔ میں نے رہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی ،
یہ ایک طرح کی موت تھی ۔ قرآن مجھے زندگی کی طرف بلا رہا تھا ۔ ایسی زندگی کی طرف جو
آخرت کی زندگی کی بنیاد تھی ۔ مگر مشکل یہ تھی کہ میں ایک مقدس خانقاہ کی راہبہ تھی ۔ لوگ
مجھے پیار سے ماں کہتے تھے ۔ میں مسلمان ہو جاؤں گی تو دنیا کیا کہے گی ؟ مگر مجھے اپنی روح
کو خلجان سے بچانا تھا ۔ میں نے لوگوں کے کہنے کی پرواہ نہ کی میں نے مسلمان ہونے کا

اعلان کردیا۔ میرے گرو بھائی بڑے وحشت زدہ ہوئے مگر میں نے انہیں خلوص سے بتایا کہ اصل ویدانت یہ ہے جواب میں قبول کر رہی ہوں میرے گرو بھائیوں نے کہا یہ کام مسلمان ہوئے بغیر بھی جاری رہ سکتا ہے ویدانتی رہ کر بھی تم قرآن کی راہ اختیار کرسکتی ہو یہ بھی ویدانت کا ایک سلسلہ ہوگا۔ لیکن یہ بات میرے دل میں نہ اتر سکی۔ میں سمجھ رہی تھی راماکرشن نے حقیقت کا راستہ نہیں اختیار کیا تھا۔ بلکہ وہ خود ان کے ذہن کی اپج اور ایک بھرم تھا ہو سکتا ہے کہ کسی نام نہاد صوفی نے انہیں یہ بھرم دلادیا ہو میرے ہندو دوستوں نے کہا کہ میں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہوں تو وہ مجھے آگرہ میں راماکرشن کا مہنت بنادیں گے مگر مجھے دنیاوی لالچ نہ تھا۔ مجھے روح کے آرام کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے ان کی بات کو رد کردیا۔ مگر اب ایک اور مشکل آئی مسلمانوں نے مجھے ماننے سے انکار کردیا وہ کہتے تھے کہ یہ ہمیں ہندو بنانے کے لئے روپ دھارن کررہی ہے میں خود شبہ میں پڑگئی۔ میں قرآن کو اپنا ہادی اور رہنما مان رہی تھی تو کیا یہ بات مسلمان ہونے کے لئے کافی نہ تھی۔ اپنے دل کی بے قراری کو دور کرنے کے میں دیوبند گئی۔ میری لڑکی میرے ساتھ تھی ہم دونوں بے پردہ تھیں۔ ہم نے مولانا حسین احمد مدنی سے ملاقات کی۔ اپنی بات ان کے سامنے رکھی اور پوچھا، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ تم حقیقتاً مسلمان ہو! مولانا نے ایک زوردار قہقہہ لگاکر کہا تمہیں اس میں شک کیوں ہے؟ مولانا حسین احمد صاحب کی عظمت ہم دونوں کے دل میں بیٹھ گئی۔ انہوں نے ہماری بہت خاطر کی۔ بعد کو وہ ایک بار مجھ سے ملنے منگلور بھی آئے تھے انہی کے ساتھ مولوی عزیز گل بھی تھے۔ مولانا حسین احمد انہیں بہت چاہتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ دو دوست لڑکے ہوں۔ وہ ایک دوسرے سے معصوم مذاق کرتے، ایک دوسرے کی ہنسی اڑاتے اور کبھی کبھی ایک دوسرے کو چڑھاتے بھی تھے مجھے ان کی محبت پر رشک ہوتا تھا۔ وہ دن بھر ہمارے یہاں رہے۔

جب وہ چلنے لگے تو میں نے مولانا حسین احمد سے کہا کہ وہ پھر تشریف لائیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو زیادہ نہ آسکوں گا مگر عزیز گل کبھی کبھی آیا کریں گے چنانچہ مولوی عزیز گل صاحب آتے رہے میں ان سے پردہ اور دوسرے مسائل پر بے جھجک بات چیت کرتی رہی۔ شروع میں میں سمجھتی تھی کہ یہ مولوی بڑے تنگ نظر ہوتے ہیں مگر بعد کو پردے کی حقیقت مجھ پر کھلی تو میں ان کی وسعت نظر کی قائل ہوگئی۔

یہاں میں اسلام کے مطالعے میں لگی ہوئی تھی کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر میں فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچ دینا بند کردیں گے بچوں کی تعلیم کا خرچ مجھ سے وصول کریں گے اور مجھ سے تعلق توڑ لیں گے۔ اس خبر پر مجھے نہ تعجب ہوا نہ افسوس میں مسلمان ہوچکی تھی، اب میں کسی عیسائی شوہر کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی۔ رہا رزق تو یہ اللہ کی دین ہے۔ کم یا زیادہ ملے گا ہی۔ عزیز گل کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیش کش کی۔ میں نے بڑے احترام سے اس پیش کش کو قبول کرلیا۔ میں جانتی تھی کہ ان کے یہاں عزبت ہے افلاس ہے پردہ ہے مگر میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی۔ عزیز گل کے گھر میں نے سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمان کی تواضع میں کیا لذت ہے عزیز گل کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی وہ نہایت شریف اور مہربان شوہر ثابت ہوئے۔

یوں بھی وہ سیّد ہیں اور انہوں نے سیادت کی لاج رکھی ہے۔ ان کے اجداد عرب سے افغانستان اور افغانستان سے ہندوستان آگئے تھے اب تو ہم راہ حق کے مسافر تھے اور راہِ حق کی مسافرت میں مشرق مغرب کیسے۔ ہماری راہ ایک تھی ہماری منزل ایک تھی ہماری روحیں ہم آہنگ تھیں۔ ہم دونوں اللہ کے پیارے نبیؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس راہ میں میری بیٹی، میرا بیٹا اور میرا بھائی سب مجھ سے ہمدردی کرتے رہے۔ انہوں نے مجھے حق کی راہ

میں قدم بڑھانے سے روکا نہیں میری زندگی ایک سفر ہے وہ برسوں کی محرابوں سے گزر کر اسلام کی حسین وادی میں ختم ہو رہا ہے مگر ختم کہاں ہو رہا ہے زندگی تو موت کے بعد بھی چلتی رہے گی میری راہ اسلام کی راہ ہے یہی ایک سیدھی راہ ہے۔ اس کے علاوہ ہر راہ کج ہے اور انسان کو اللہ کی راہ سے بہتر راہ نہیں مل سکتی خدا کرے کہ میں جب تک زندہ رہوں اسی راہ پہ چلتی رہوں پھر میں اس راہ سے بھاگوں بھی تو بھاگ کر کہاں جاؤں گی مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

مولانا محمد علی

آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ ارشد اور شاگرد۔ مولانا حکیم صدیق احمد صاحب کاندھلوی کے فرزند ہیں۔ ۱۳ر مارچ ۱۰ ۱۹ء کو ولادت ہوئی۔ والدہ نے محمد علی نام رکھا، والدِ محترم پیار سے حیدر کہہ کر پکارتے تھے۔

ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ، حافظ رحیم بخش اور مولانا عبدالمعید خاں سے حاصل کی، عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں اپنے ماموں مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی سے دہلی میں پڑھیں، پھر انہی ماموں صاحب نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخل کروا دیا، یہاں آپ کے اتالیق حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رح تھے۔ دیگر اساتذہ میں مولانا مفتی جمیل احمد، مولانا قاری سعید احمد، مولانا صدیق احمد کشمیری، مولانا محمد زکریا قدوسی، مولانا عبدالشکور کاملپوری، مولانا ظہور الحق، مولانا اسعد اللہ، مولانا عبدالمجید، مولانا ظریف احمد اور مولانا مسعود احمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور یہاں مولانا مفتی ریاض احمد سے ھدایہ، مولانا عبدالسمیع سے مشکوٰۃ شریف، مولانا نبیہ احمد سے سلّم ملا حسن، مولانا اعزاز علی سے حماسہ، مقامات، ہدایہ آخرین، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے قاضی مبارک، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری سے جلالین، اور مولانا محمد رسول خاں، ہزاروی سے حمداللہ پڑھیں۔

رات کے وقت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح سے بخاری شریف کی سماعت کی، ان کی تقاریر سے متاثر ہو کر سیاست میں آ گئے۔ اور تقاریر

شروع کردیں، گرفتار ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں قید سے رہا ہوئے اور مدرسہ فتحپوری میں داخلہ لیا اور مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب سے ابو داؤد شریف اور مدرسہ امینیہ دہلی میں علامہ مفتی کفایت اللہ مفتی سے بخاری شریف کی سماعت کی، ۱۹۳۰ء میں کشمیر ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں قافلہ کے سالار کی حیثیت سے سیالکوٹ آ گئے اور تین سال کے لئے جیل چلے گئے۔

رہائی کے بعد ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ کی بنیاد رکھی، اب تک اس میں درس نظامی اور دورۂ حدیث کی کتابیں بارہا پڑھا چکے ہیں۔ تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جیل کی زندگی سے لکھنے کا کام شروع کیا اور اب تک یہ کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ (۱) ارمغان ایمان (۲) نقوش زندان (۳) مذہب اہلسنت (۴) آئین حقانیت (۵) اسلام کا نظام صلوٰۃ (۶) اسلام کا نظام اذکار (۷) امام اعظم اور علم الحدیث اور معالم التنزیل۔

بیعت کا تعلق ۱۹۴۰ء میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ سے ہوا۔ اور مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے ہاتھ پر تجدید کی۔

تفسیر معالم التنزیل

یہ تفسیر پاکستان کے ممتاز عالم دین اور دارالعلوم الشہابیہ کے بانی۔ مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ اس تفسیر میں، پہلے لکھی گئی تمام تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے اور تمام تفاسیر کا جوہر اور خلاصہ لے کر اسے اس تفسیر میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ تیس جلدوں میں مکمل ہو گی۔ اب تک اس کی سات جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ یہ بڑی ضخیم تفسیر ہے اور دورِ جدید کی عمدہ تفسیروں میں سے ایک ہے۔

مولانا غلام اللہ خاں

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں ۱۹۰۹ء میں دریا خاں ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام فیروز خاں ہے جو گاؤں کے نمبردار ہونے کے علاوہ دیندار بھی تھے۔ قومیت کے لحاظ اعوان ہیں۔

حضرو سے مڈل کا امتحان پاس کیا، پھر ہزارہ کے مولانا سکندر علی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا عبداللہ ٹھوار، مولانا محمد دین سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مولانا حسین علیؒ سے تفسیر قرآن کا درس لیا، انہی کے ارشاد پر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں زیادہ تر علم ادب کی کتابیں پڑھیں۔ پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہنچے اور وہاں ۱۹۳۳ء میں امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

پھر وہاں ایک سال تک بطور مدرس تدریس کی۔ پھر مدرسہ برکات الاسلام وزیر آباد میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں راولپنڈی آ گئے اور دارالعلوم تعلیم القرآن کی راجہ بازار میں بنیاد رکھی۔ آپ سے دس ہزار سے زیادہ طلبہ نے تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

تصانیف!

تصیفی خدمات میں تفسیر جواہر القرآن (تین جلدوں میں) خاص طور پر قابلِ ذکر

ہے، رئیس المفسرین علامہ حسین علی صاحب کے افادات کو آپ نے نہایت سلیقے کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کے علاوہ مقدمہ تفسیر جواھر القرآن بھی آپ کی قابل قدر تصنیف ہے۔

۲۷ مئی ۱۹۸۰ء کو عمرہ سے واپسی پر راستہ میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کی سرپرستی میں ماہنامہ تعلیم القرآن ایک عرصہ سے کامیابی سے نکلتا رہا ہے، آپ اپنے استاذ حضرت علامہ حسین علی صاحب نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور پھر انہی کے ہو رہے۔

(قاری فیوض الرحمٰن: مشاہیر اسلام: ج ا ص ۲۷۱ تا ۲۷۳)

مولانا فتح الدین

مولانا فتح الدین بن حکیم میاں غلام محمد خوشاب میں پیدا ہوئے۔ درسِ نظامی، منشی فاضل اور مولوی فاضل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند پہنچے اور مولانا محمود حسن سے اکتساب فیض کیا۔

حج کے بعد بغداد کا علمی سفر کرنے کے بعد حیدر آباد دکن میں قیام کرلیا۔ نواب زادہ محبوب علی خاں کے اتالیق بھی رہے۔

علمِ وراثت میں "خزینۃ المیراث" آپ کی علمی یادگار ہے۔ آپ کو علم وراثت، تاریخ وسیر اور علم تفسیر میں بڑی دسترس حاصل تھی۔

۱۶ر شوال ۱۳۵۶ھ کو خوشاب میں وفات پائی۔

تفسیر روح الایمان

یہ تفسیر مولانا فتح الدینؒ بن حکیم میاں غلام محمد خوشابی کی تالیف ہے اس کے پہلے تین پارے حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک جامع مقدمہ تفسیر القرآن بھی مطبوعہ ہے۔

حضرت فضل شاہ

آپ کی پیدائش ۱۸۷۸ء کے قریب جالندھر میں ہوئی، ۱۹۴۷ء میں پاکستان آنا ہوا، ۲۹-۳۱ القضٰری روڈ مصطفےٰ آباد لاہور میں قیام رہا۔ حضرت میاں خدا بخش صاحب سے فیض پایا۔

۲۴ شعبان ۱۳۹۸ھ / ۳۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو آپ کا لاہور میں وصال ہوا۔ اس وقت عمر ایک سو سال تھی۔

تفسیر فاضلی

بیان حضرت فضل شاہ صاحب کا ہے۔ اور تحریر ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی کی۔ منزل اوّل (فاتحہ سے النساء) تک ہے، ۱۴۰۲ھ میں مکتبہ جدید پریس لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب[۱]

خطیب جامع مسجد "تیلیاں" ہری پور ہزارہ

۱۸۵۰ء — ۱۹۵۹ء

آپ ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ جناب شیر محمد خاں صاحب کے گھر "سلم کھنڈ" تھانہ غازی، ہری پور، ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے آپ پٹھان تھے

ابتدائی تعلیم ہزارہ کے علماء سے حاصل کی، پھر "کوٹھہ" (مردان) کے جناب عیسیٰ باچا صاحب سے تکمیل کی۔ آپ مسلکاً اہل حدیث علماء میں سے تھے۔

فراغت کے بعد "حبیب گل" مینئی، تحصیل صوابی، ضلع مردان کی مسجد میں ۱۵ سال تک امامت کے فرائض انجام دیئے۔ پھر واپس وطن آئے اور قریبی گاؤں "چریاں" سے جناب نور احمد صاحب کی دختر فاطمہ بی بی سے شادی ہوئی۔ دس سال "چریاں" میں گزارنے کے بعد جامع مسجد "تیلیاں" ہری پور، ہزارہ کے امام وخطیب مقرر ہوئے اور نصف صدی تک تبلیغی اور تصنیفی خدمات انجام دے کر ۱۹۵۹ء کو وہیں انتقال ہوا۔

تصنیفی خدمات!

۱۔ تفسیر فضل الرحمٰن پارہ اوّل صفحات ۲۴۴ (بڑا سائز)

۲۔ تفسیر فضل الرحمٰن پارہ دوم صفحات ۲۷۵ (")

۳ ۔ تفسیر فضل الرحمٰن پارہ سوم صفحات ۲۷۴ (ڈبل سائز)

۴ ۔ تفسیر فضل الرحمٰن پارہ چہارم و پنجم (غیر مطبوعہ) ورثاء کے پاس

۵ ۔ احوال العمر والخاتم القبر صفحات ۲۱

۶ ۔ ولہ الکبریاء و رسالہ احکام زیادۃ القبور (یکجا) صفحات ۵۶ ۔

۷ ۔ رسالہ درود شریف ۔ صفحات ۳۸

۸ ۔ رسالہ فی علم التحصیل وفضائلہا[3] ۔ صفحات ۱۸

۹ ۔ رسالہ فتح البیان فی احکام القیام والرمضان[4] صفحات ۵ ۔

۱۰ ۔ المناظرات الثلاثہ فی فرضیۃ الجمعۃ فی المدف والقری، التحقیق فی صلاۃ الاحتیاطی وغیرہا

پنج گنج اسلام (پانچ حصے) اول کتاب الاسماء والصفات ، ۲۰ صفحات

دوم کتاب التفصیل والتشریح فی اسماء الذات والصفات ۴۴ صفحات ۔

سوم کتاب التوحید واثبات باری تعالیٰ ۳۶ صفحات

چہارم کتاب التغییر والتشریح فی اقسام الشرک والتوحید ۴۴ صفحات۔

پنجم وسیلۂ نجات : خیر الھدیٰ فی اسوہ حسنہ لسنن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۸ صفحات

مطبوعہ ثنائی پریس امرتسر ۔ (آپ کی تمام تصانیف مطبوعہ ہیں)

اولادیں دو لڑکے پیدا ہوئے مگر فوت ہو گئے ۔ ایک دختر زندہ اور صاحب اولاد ہے ۔

۱؎ آپکا سوانحی تذکرہ بھتیجے جناب محمد یعقوب صاحب آپ پٹھان کالونی سوکا ، ہری پور ہزارہ سے لیا گیا ۔

۲؎ یہ گاؤں غازی سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ۔

۳؎ فضائلھا ۔ مونث ضمیر کا لانا از روئے قانون درست نہیں ۔

۴؎ رمضان کے ساتھ ال کا استعمال بھی درست نہیں ۔

مولانا فضل الرحمٰن پشاوری

مولانا فضل الرحمٰن بن یحییٰ خاں ۱۹۰۱ء میں منھترا، ضلع پشاور میں پیدا ہوئے ۔

ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور دو مرتبہ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز رہ کر تدریسی خدمات انجام دیں ۔ اور قیام پاکستان تک یہ سلسلہ جاری رہا ۔ پھر اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی میں استاذِ اسلامیات کے طور پر پڑھاتے رہے ۔ یہیں سے ۱۹۶۲ء میں سبکدوش ہو گئے ۔

آپ کی تصانیف میں مطول کا حاشیہ (مطبوعہ ۱۳۵۸ھ) اور

آپ کا ۴ محرم ۱۴۰۱ھ کو پشاور میں انتقال ہؤا ۔

تفسیر قرآن یہ تفسیر مشہور عالم ، مجاہد اور محدّث مولانا سیف الرحمٰن کے بھتیجے مولانا فضل الرحمٰن کی تالیف ہے ۔ سورۃ البقرہ، اور سورۃ آل عمران مطبوعہ ہے ۔

آپ نے پشتو زبان میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے ۔

مولانا فضل ودود پشاوری

آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے ۔

"قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد مولانا فضل ودود نے قرآن مجید کے پندرہ پاروں کا ترجمہ اور تفسیر پشتو زبان میں کیا، مولانا موصوف بہترین خوشنویس بھی تھے۔ اور بہت نیک بھی، انہوں نے فرصت کے لمحات میں سترہ پاروں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ با محاورہ بنانے کے لئے جگہ جگہ قوسین کا استعمال کیا، حواشی پر خازن، معالم التنزیل جمل اور روح البیان وغیرہ سے فوائد نقل کئے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس انداز سے پشتو زبان کے ترجمے کی ایک ترقی یافتہ شکل سامنے آگئی ۔

مولانا فضل ودود یہ تفسیر مکمل نہ کر سکے اور اس کی تکمیل کی سعادت، ایک اور عالم دین اور خوشنویس کے حصہ میں آئی ۔ یہ ترجمہ پہلے تمام ترجموں سے بہتر اور آسان ہے ۔ اس تفسیر کی ایک خوبی یہ ہے ۔ کہ اس کے دونوں تکمیل کنندگان بزرگ فن کتابت میں کامل مہارت رکھتے تھے"۔ [1]

مولانا حافظ محمد ادریس لکھتے ہیں کہ

" پاکستان قائم ہونے کے بعد تہکال بالا کے مولانا فضل ودود نے قرآن مجید کے پندرہ پاروں کا ترجمہ مع تفسیر ودودی لکھا ۔ مولانا عربی اور پشتو کے بہترین خوشنویس ہیں۔ انہوں نے فرصت کے لمحوں سے فائدہ اٹھا کر سترہ پاروں کا لفظی ترجمہ اس طرح لکھا کہ اسے با محاورہ بنانے کے لئے جگہ جگہ قوسین کا استعمال کیا

[1] قاری محمد عادل : معارف، فروری ۷۵ء : لاہور، ص ۱۵، ۱۶

حواشی پر خازن، معالم التنزیل، جمل اور روح البیان وغیرہ تفاسیر سے فوائد نقل کئے اور اس طرح پشتو ترجمے کی ایک ترقی یافتہ شکل سامنے آگئی، بعض تجارتی وجوہات کی بنا پر مصنف اس کام سے دل برداشتہ ہو گئے اور تفسیر کی تکمیل مولانا گل رحیم الاسماری کے حصہ میں آئی جو یار حسین[1] ضلع مردان کے ایک فاضل خوشنویس ہیں، یہ ترجمہ اپنے ما سبق ترجموں سے نسبتاً بہتر اور آسان ہے پہلی جلد میں ہر لفظ کا ترجمہ اس لفظ کے نیچے آگیا ہے مگر جلد دوم میں اس کا التزام نہیں ہو سکا ہے، اس کا تفسیری حصہ کسی قدر مختصر ہے ۔ اور لطف یہ ہے کہ اس کے دونوں مصنف خوشنویس اور پیشہ ور کاتب ہیں۔" [2]

[1] جگہ کا نام یار حین نہیں بلکہ "یار حسین" ہے ۔

[2] محمد ادریس حافظ : پشتو ادب میں تفاسیر کا ذخیرہ : قرآن نمبر ج ۲، لاہور ۱۹۶۹ء ص ۶۳۱، ۶۳۲۔
(قاری محمد عادل خاں کا مضمون دراصل حافظ صاحب ہی کے مضمون کا چربہ ہے)

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ولادت ۱۳ رمئی ۱۹۲۱ء کو تحصیل ایبٹ آباد کے ایک گاؤں "ڈھیری کیہال" میں ہوئی ۔ ابتدائی تعلیم والد مکرم سے حاصل کی ۔ درس نظامی کی کتابیں برادر بزرگ مولانا قاری محمد عارف صاحب مدظلہم فاضل جامعہ اشرفیہ سے پڑھیں ۱۹۵۹ء میں پنجاب کے تعلیمی بورڈ سے ادیب عربی کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۰ء میں میٹرک کا امتحان، حفظ اور روایت حفص کی تکمیل مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں کی۔ روایت حفص ہی میں دوسری سند قاری عبدالوہاب صاحب مکی سے حاصل کی ۔

۱۹۶۱ء میں "فاضل فارسی" کا امتحان پاس کیا، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۳ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان درجہ اوّل دجبکہ پورے بورڈ میں پانچویں پوزیشن تھی) میں پاس کیا۔

۱۹۶۵ء میں پشاور یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان یونیورسٹی بھر کے طلبہ میں اوّل آکر پاس کیا۔ ۱۹۶۶ء میں شعبہ عربی، جامعہ پشاور میں داخلہ لیا - ایم-اے (عربی) پریویس ـــــ یونیورسٹی کے لازمی امتحان میں یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی ۔

۱۹۶۷ء میں اورنٹیل کالج جامعہ پنجاب سے ایم- اے عربی کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا ۔

۱۹۶۸ء میں جامعہ پنجاب سے ایم ۔اے اسلامیات کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا۔

۱۹۶۹ء میں جامعہ پنجاب سے ایم ۔اے اردو کا امتحان

درجہ دوم میں پاس کیا ۔

۱۹۷۰ء میں جامعہ پنجاب سے ایم- اے فارسی کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا ۔اور پھر اسی یونیورسٹی سے پی ۔ ایچ ۔ڈی کا امتحان امتیاز سے پاس کیا ۔

۱۹۷۲ء میں جامعہ پنجاب سے ایم، او، ایل کی ڈگری حاصل کی۔

ویسٹ پاکستان پبلک سروس کمیشن میں لیکچرر شپ کیلئے امتحان دیا۔ ۱۶۰۰ امیدواروں میں اوّل پوزیشن حاصل کی ۔ ۱۶ راپریل ۱۹۷۰ء کو گورنمنٹ ڈگری کالج شیخوپورہ میں پہلی تقرری ہوئی ۔ ون یونٹ کے خاتمہ پر صوبہ سرحد جانا ہوا اور گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں پوسٹنگ ہوئی ، لاہور کے عرصہ قیام میں پہلے گلبرگ مارکیٹ کی جامع مسجد میں خطیب رہا ۔ پھر جامع ست گھرہ' انارکلی میں، دورہ حدیث کا سماع پہلے جامعہ فتحیہ ۔ اور دوبارہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں کیا۔

۱۹۶۲ء کی چھٹیوں میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے ترجمہ وتفسیر کی سند حاصل کی ۔ سند اجازہ فی التفسیر والحدیث علامہ سیّد شمس الحق صاحب افغانی نے بھی عنایت فرمائی ہے اور خصوصی وظائف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے ۔

صوفیانہ مسلک

پہلی بیعت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے ہاتھ پر ہوئی اور انہی کے ارشاد پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے استفادہ کرتے رہے ۔ ان کے وصال کے بعد استاذالعلماء حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب ہزاروی سے تجدید بیعت کی' ان کے وصال کے بعد مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ سے تعلق قائم ہوا ۔ اور انہی سے خلافت عطاء ہوئی ۔

تصانیف

"الہمزیۃ النبویہ" ۔ مصر کے قومی شاعر احمد شوقیؒ کے نعتیہ قصیدہ کا اردو ترجمہ وتشریح ۔ شروع میں شاعر کی زندگی اور شاعری

پر تبصرہ ۔

(۲) قصائدِ حسانؓ۔ (بجائی جان کی معیت میں) شاعرِ رسول حضرت حسانؓ کے ان پانچ قصیدوں کا ترجمہ و تشریح جو جامعہ پنجاب میں ایم ۔ اے عربی کے نصاب میں شامل ہیں ۔

(۳) "ذکرالشاعرین" حافظ ابراہیم مصری کے دو قصیدوں کا ترجمہ و تشریح ۔

(۴) "فضائلِ درود شریف" صفحات ۴۸ ۔

(۵) "BLESSINGS OF DARUD"

(۶) فلسفہ عید قربان (۷) "تعارف قرآن" صفحات ۸۰ (۸) سورۃ حجرات ۔ معہ ترجمہ و تشریح ۔

(۹) سورۃ لقمان معہ ترجمہ و تشریح (بجائی جان کی معیت میں)

(۱۰) آداب ملاقات (۱۱) آداب گفتگو ۔ (۱۲) آدابِ طعام (۱۳) مسواک کی اہمیت (۱۴) آداب طہارت (۱۵) جدید قرآنی قاعدہ برائے مساجد (۱۶) جدید قرانی قاعدہ برائے سکولز ۔ صفحات ۴۸ ۔

(۱۷) جدید قرآنی قاعدہ برائے اساتذہ

(۱۸) دعائیں (قرآنی و مسنون دعاؤں کا مجموعہ)

(۱۹) حقیقت توبہ ۶۴ صفحات ۔ (۲۰) حقوق والدین ۶۴ صفحات ۔

(۲۱) حقوق اولاد ۹۶ صفحات (۲۲) حقوق الجار

(۲۳) نصاب برائے قرّاء

(۲۴) اسلامیات لازمی برائے میٹرک (ایک حصہ) پشاور بورڈ صوبہ سرحد

(۲۵) جواہرالحدیث حصہ اوّل و دوم

(۲۶) سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحب صفحات ۱۲۸ ۔

(۲۷) سوانح حضرت مُلّا محمد رسول خاں صاحبؒ صفحات ۱۷۶ مجلد ۔

(۲۸) سوانح حیات مولانا مفتی بشیر احمد پسروری اور ان کے خلفاء صفحات ۱۲۸ ۔

(۲۹) سوانح مولانا عبدالغفور مدنیؒ (۳۰) سوانح غلام ربانی لودھی ۔

(۳۱) سوانح شیخ عبدالقادر جیلانی ۔

(۳۲) غازی عبدالقیوم شہید ۔

(۳۳) شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے خلفاء ۲۲×۱۸/۸ سائز کے ۲۲۸ صفحات (۳۴) علمائے ہزارہ ۔

(۳۵) سرحد کے ممتاز علمائے دین ۔ ۱۸۵۷ء تا حال ۔

(۳۶) سیرۃ المصطفیٰ (۳۷) اسلامی جہاد (۳۸) تاریخ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد

(۳۹) سوانح کیپٹن دریافت خاں شہیدؒ ۔

(۴۰) اسلام کا نظام حیات ۴۰۰ صفحات (مجلد)

(۴۱) علمائے سرحد کی تصنیفی خدمات (۴۲) نماز

(۴۳) ارکان اسلام (۴۴) کتاب التجوید

(۴۵) پاکستان کے ممتاز علمائے دین

(۴۶) پاکستان کے عربی شعراء (زیر طبع)

(۴۷) اسلامی زندگی کے کچھ پہلو ۔

(۴۸) حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور ان کے خلفاء (ترتیب کے آخری مراحل میں)

تصانیف و تراجم کی تعداد ایک سو سے زائد ہے ۔

مولانا قاری لُطف اللّٰہ جالندھری

۱۹۲۱ء ـــــ ۱۹۵۷ء

آپ جنوری ۱۹۲۱ء کو اُستاذ العلماء حضرت مولانا مفتی فقیر اللّٰہ صاحب جالندھری کے گھر مدرسہ رشیدیہ، رائپور، جالندھر میں پیدا ہوئے۔

قرآن مجید حافظ جان محمد صاحب سے حفظ کیا، ابتدائی درسِ نظامی کی کتابیں مدرسہ رشیدیہ میں اپنے والد حضرت الحاج مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوری اور برادرِ بزرگ مولانا حافظ محمد عبداللّٰہ صاحب سے پڑھیں۔ درمیانی کُتب "خیر المدارس" جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ سے پڑھیں اسی دوران بولنے کی مشق موخر الذکر اُستاذ سے کرتے رہے اور خُوب بولنے لگے۔

آخری تعلیم کے لیے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور وہاں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ صدر مدرس مولانا اسعد اللّٰہ، مولانا عبدالشکور اور مولانا عبداللطیف سے پڑھتے رہے۔

پھر اپنے بڑے بھائی مولانا حبیب اللّٰہ فاضلِ رشیدی کے ایماء پر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھتے رہے۔ دارالعلوم میں جمعیۃ الطلبہ پنجاب کے صدر و امیر منتخب ہوئے۔

جمعیۃ طلبہ کا سالانہ اجتماع حضرت مولانا مفتی کفایت اللّٰہ صاحبؒ کی صدارت میں منعقد ہُوا۔ جس میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بطور مہمانِ خصوصی تشریف لائے، اس اجتماع میں جب آپ نے خطاب کیا تو علامہ عثمانی بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکے بلکہ علامہ عثمانی آپ کو اپنے ہمراہ ڈابھیل لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا بدرِ عالم اور علامہ محمد یوسف بنوریؒ سے علمِ حدیث کی تکمیل کی۔

تدریس و تبلیغ:۔ فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ رشیدیہ، رائپور میں تدریس کا آغاز کیا، اور ساتھ ہی علاقہ میں تبلیغی دورے کرکے "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا" کا ثبوت دیا۔

جامع مسجد بستی شیخاں جالندھر میں خطابت کرتے تھے کہ سلطان پور لودھی والے حضرات آپ کو لے گئے وہاں آپ نے جامعہ عیدگاہ تعلیم القرآن میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ ریاست بہاولپور میں چک ۸ بزمان منڈی میں بھی آپ نے ایک عربی مدرسہ میں کام کیا اور ریاست بھر میں دورے کیے۔ اسلامیانِ فیروزپور چھاؤنی کے اصرار پر فیروزپور تشریف لے آئے، یہاں آپ نے تبلیغی کام شروع کیا ہی تھا کہ پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

قیامِ پاکستان:۔ علامہ عثمانیؒ کے ارشاد پر آپ نے جمعیۃ علماء اسلام سے کام شروع کیا، آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا حبیب اللّٰہ فاضل رشیدی کی معیت میں ساہی وال میں جمعیۃ علماء اسلام قائم کرکے کام شروع کر دیا۔ عارف والا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس، اوکاڑہ جہاد کانفرنس، منٹگمری تبلیغ کانفرنس اور چیچہ وطنی ختم نبوت کانفرنس کی رُوحِ رواں آپ ہی تھے۔

آپ نے اپنے آپ کو تنظیم اہلسنت کے لیے وقف کر رکھا تھا، سارے ملک میں آپ نے دورے کیے اور عظیم الشان اجتماعات میں خطاب کیا۔

تحفظ ختم نبوّت کے لیے آپ نے بے مثال قربانیاں دیں۔ سندھ اور پنجاب میں مولانا محمد علی جالندھری کے ساتھ دورے کیے توحید، رسالت، ختم نبوّت، مقامِ صحابہ، مدحِ اہل بیت کے موضوعات پر آپ بہترین خطاب فرمایا کرتے تھے۔

قید و بند:۔ آپ کی زبان بندیاں، پابندیاں، قلعہ بندیاں اور داخلہ بندیاں مشہور و معروف ہیں، متعدد بار جیل جانا پڑا۔ تحریک ختم نبوّت (۱۹۵۳ء) میں ساہی وال اور میانوالی جیل میں ایک سال جیل کاٹی، وہاں سے سزا پوری کرکے جب گھر پہنچے، والدہ صاحبہ کو سلام کیا ہی تھا کہ دوبارہ گرفتار کرکے عین عید کے روز میانوالی جیل پہنچا دیے گئے۔ ختم نبوّت کے موضوع پر بورے والا میں خطاب کیا، اس کی پاداش میں گرفتار کر لیے گئے اور وہاڑی میں مقدمہ چل رہا تھا۔ اسی مقدّمے کی تاریخ پر وہاڑی جا رہے تھے کہ بسوں کی مسابقت اور مقدمہ بازی سے بس اُلٹ پلٹ گئی اور آگ لگ جانے سے اکثر و بیشتر سواریاں ختم ہوگئیں۔ آپ مع مولانا شیخ احمد (مہتمم مدرسہ اسلامیہ بورے والا) ۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو وہیں شہید ہوگئے۔

کئی مدارس کی سرپرستی فرماتے رہے ان میں قاسم العلوم فقیروالی، عارف والا کی دینی درس گاہ اور

آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانیوں میں سے ہیں، جامعہ کے مبلغ اعظم اور خطیب اکبر تھے۔ مزار جامعہ رشیدیہ کے قریب واقع ہے۔

پسماندگان :۔ میں آپنے ایک والدہ، دو بھائی۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ، مولانا حبیب اللہ فاضلِ رشیدی ناظمِ اعلیٰ جامعہ رشیدیہ کے علاوہ بیوہ بیگم اور تین فرزند قاری محمد رشد اللہ، سعد اللہ طارق اور حزب اللہ خالد اور اتنی ہی دختران چھوڑیں۔

بڑے دونوں فرزند جامعہ رشیدیہ سکول میں پڑھاتے ہیں، اور چھوٹے اخبار میں کام کرتے ہیں۔

آپ فصیح اللسان واعظ، قادر الکلام متکلم، داؤدی کے مالک، قرآن کریم پڑھنے میں حضرت امیر شریعت بخاریؒ کے تابع اور بے نظیر خطیب تھے۔ تقریر و بیان کا ملکہ اپنے اُستاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے سیکھا۔ ۳۵، ۳۶ سال کی عمر میں واصلِ بحق ہوئے۔[1]

تصانیف :۔ ۱۔ بدر العلیٰ فی تفسیر سورۃ والضحیٰ ! صفحات ۳۲۔ ناشر جامعہ رشیدیہ، ساہیوال، ماہنامہ بینات، کراچی کا تبصرہ درج ذیل ہے۔

"جامعہ رشیدیہ کے مولانا قاری لطف اللہ شہید بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حافظ، قاری، پختہ عالم، شعلہ نوا اور بے مثل خطیب۔ ایک زمانہ میں پنجاب کا گوشہ گوشہ ان کی صدائے سحر آفریں سے گونج رہا تھا "سیرتِ طیبہ" ان کی خطابت کا خاص موضوع، عظمت صحابہ اور رد بدعات ان کا نصب العین اور ختم نبوت کی پاسبانی ان کا اولین و آخرین مشن تھا۔

مرحوم نے مختلف موضوعات پر چند قیمتی رسائل بھی تالیف کئے تھے، ان میں سے زیر نظر کتابچہ غالباً پہلی بار شائع ہوا جس میں سورۃ والضحیٰ کی تفسیر کے ضمن میں عمدہ نکات اور سیرتِ طیبہ کے بعض اچھوتے پہلو قلمبند کئے گئے ہیں۔ کاش حضرت قاری صاحبؒ کے تمام رسائل یکجا شائع کر دیے جاتے تو بہت ہی مفید ہوتا۔"[2]

۲۔ عشقِ رسول ﷺ۔ ۳۔ تقریر معراج اور۔ ۴۔ عالمِ برزخ۔

---

[1] مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی: مولانا قاری لطف اللہ شہید: خدام الدین، لاہور ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۱۳، ۲۰ (سے مواد لیا گیا)

[2] ماہنامہ بینات، کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ، ص ۶۴۔

ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن

ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن ۱۹۳۶ء کے لگ بھگ بنوں شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بنوں میں حاصل کی۔ ایم اے اسلامیات کی ڈگری جامعہ پشاور سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد شعبۂ اسلامیات جامعہ پشاور میں تدریس پہ مامور ہوئے پھر صدر شعبہ اسلامیات بھی رہے۔ آپ نے ۲۶ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

آپ کے تلامذہ ہزاروں تک ہیں۔

مزید تحصیل علم کی خاطر آپ نے "الازہر، مصر" میں داخلہ لیا اور وہاں سے اسلامیات میں "ڈاکٹر آف فلاسفی" کی ڈگری حاصل کی۔

آپ ایک اچھے استاذ، مقرر اور مصنف تھے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر کثرت سے آتے رہے اور اپنے موضوعات کے ساتھ انصاف کرتے رہے۔

آپ کی تصانیف میں الدراسات الاسلامیۃ، نور الیقین علی تفسیر جلالین" اور تفسیر سورہ آل عمران خاص طور پہ قابل ذکر ہیں اور مطبوعہ ہیں۔[1]

آپ کا ۱۹۸۸ء میں وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

---

[1] کچھ مواد برادرِ عزیز ڈاکٹر محمد شفیق استاذ شعبہ اسلامیات جامعہ پشاور سے لیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد دین، پشاوری

آپ شمس الدین صاحب کے فرزند ہیں۔ یکم اگست ۱۹۵۶ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔

آپ نے پشاور یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کا امتحان امتیاز سے پاس کر کے میڈل حاصل کیا۔ اسلامیات کے امتحان میں بھی فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ وفاق المدارس ملتان سے بھی سند حاصل کی۔

۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء کو شعبہ اسلامیات میں بطور استاذ تقرر ہوا۔ اور آپ نے اسی دوران پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔

آپ کی تصانیف کی تعداد ستره کے قریب ہے ان میں مقالات اسلامیہ، عالم اسلام کی اصلاحی تحریکیں اور ہمارا مستقبل، اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ" جامعہ کے نصاب میں شامل ہیں۔ الیف۔ اے اور بی۔ اے کے لئے سورہ بقرہ کے کچھ حصہ کی تفسیر، توضیح القرآن" کے نام سے لکھی ہے جو طبع ہو چکی ہے یہ کام آپ نے ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ کے حسب ہدایت کیا تھا۔

ان دنوں آپ "تاج کتب خانہ" سے متعلق ہیں اور علمی کتابوں کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں،

آپ ماہنامہ "صفہ" پشاور کے مدیر بھی ہیں۔

مولانا محمد مدنی سندھی

آپ ۱۳۱۲ھ کو ھالا جدید قصبہ ہنبرہ حیدرآباد سندھ کے ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے،

ایک مدرسہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ اللہ تعالے نے اسلام کی محبت دل میں ڈال دی، چنانچہ ۱۲ سال کی عمر میں اسلام قبول کر لیا،

۱۳۲۶ھ میں مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں مولانا سید حسین احمد مدنی رح، مولانا عبید اللہ سندھی اور شیخ عبداللہ السراج سے پڑھتے رہے۔

واپس آکر دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، تفسیر کا درس شیخ التفسیر مولانا احمد علی سے لاہور میں لیا۔ پھر مکہ مکرمہ پہنچے اور شیخ الحرم ہو گئے۔

کراچی میں بھی علمی خدمات انجام دیں۔

شیخ کی وفات ۱۴۰۰ھ میں ہوئی۔

تفسیر مولانا محمد مدنی سندھی

یہ مولانا محمد مدنی سندھی کی تفسیر ہے۔ اور آخری پندرہ پاروں کی ہے۔ آپ نے سندھی میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے۔ جو کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔

مولانا منظور احمد

مولانا منظور احمد بن چوہدری لال دین (مرحوم) یکم جنوری ۱۹۱۹ء کو موضع درگانوالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، دینی تعلیم حضرت مولانا بشیر احمد[1] خطیب شاہی مسجد ایسرور (سیالکوٹ) سے حاصل کی، ۱۹۳۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند اور ڈابھیل میں تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی، عربی اور اسلامیات میں امتیاز سے ایم۔ اے کے امتحانات پاس کر کے میڈل حاصل کئے، دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ اور اسلامیہ کالج لاہور میں تدریس کی۔ اب اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ حدیث کے استاذ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں مذکورہ سورتوں کی تفاسیر کے علاوہ حدیث فقہ اور قواعد عربی پر کئی کتابیں ہیں۔ آپ نے سید قطب رح کی دو کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ جو مقبول ہے۔ "معرکہ اسلام" اور سرمایہ داری اور اسلام و امن عالم" کے نام سے،

ل حضرت مولانا مفتی بشیر احمد ۱۳۲۴ھ میں "وہوا" ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے، مولانا غلام محمد دانا تلمیذ مولانا سیف الرحمٰن محدث پشاوری سے تکمیل کی۔ تفسیر مولانا احمد علی رح سے پڑھی، صاحب السیف والقلم تھے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "حضرت مولانا مفتی بشیر احمد اور ان کے تلامذہ"

تفسیر سورہ نساء و مائدہ و توبہ

یہ تفسیر پروفیسر مولانا منظور احمد سیالکوٹی کی تالیف ہے۔ اس کی تیاری میں کئی مستند تفاسیر ان کے پیش نظر رہی ہیں۔ یہ الگ الگ چھپی ہیں، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور نے چھاپی ہیں۔

مولانا نے جن تفاسیر سے زیادہ مدد لی ہے۔ اور ان کے اقتباسات شامل کئے ہیں۔ ان میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر حقانی، تفسیر المنار، اور فوائد تفسیریہ علامہ شبیر احمد عثمانی رح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء میں اورنگ آباد ریاست حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ صحافتی زندگی کا آغاز اٹھارہ سال کی عمر میں جمیعتہ علمائے ہند کے اخبار "الجمیعتہ" کی ایڈیٹری سے کیا۔ اسی دور میں الجہاد فی الاسلام لکھ کر علمی دنیا سے متعارف ہوئے۔

۱۹۳۲ء میں حیدرآباد دکن سے ترجمان القرآن جاری کیا جو آج تک آپ کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔

۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی اور ایک عرصہ تک اس کے امیر رہے۔

مولانا جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تاسیسی ارکان میں سے ہیں۔ رباطیں مؤتمر قبۃ اسلامی میں ایک ممبر کی حیثیت سے شریک کئے گئے، وہ بلاشبہ اس دور کے مفکرِ اسلام اور بین الاقوامی شہرت کے عالم اور رہنما ہیں۔

مولانا کی تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر تفہیم القرآن، الجہاد فی الاسلام، سود، پردہ، تنقیحات، تفہیمات، مسئلہ قومیت اور مسئلہ جبر و قدر اہم ہیں۔ آپ کی تمام تصانیف کا عربی میں ترجمہ کیا جا چکا ہے"۔

(تاریخ ادبیات: ج ۲ ص ۴۲۱ جامعہ پنجاب لاہور)

مولانا نجم الدین جہلمی

آپ مولانا احمد دین کے فرزند تھے۔ ۱۲۸۶/۱۸۷۰ھ کے قریب ڈھریالہ جالپ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، پھر موضع بھرت ضلع سرگودہا میں پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات بھی پاس کئے اپریل ۱۹۱۹ء تا ۱۹۳۵ء اورینٹل کالج لاہور میں بطور ہیڈ مولوی تدریسی خدمات انجام دیں۔

آپ نے اپنے آبائی وطن میں تعلیم کو عام کرنے کے لئے ایک اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی، قابل اور ذہین طلبہ کے تعلیمی اخراجات برداشت کئے۔ اور انہیں اعلیٰ تعلیم کے مواقع مہیا کئے۔ قادیانیت کی تردید میں بہت سرگرم تھے۔ اسی سلسلے میں مشہور مقدمہ بہاولپور (۱۹۳۲ء م) میں بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ اور اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے علماء کے ساتھ علمی سطح پر قادیانیت پر ضرب لگائی۔ اپنے گاؤں کی مسجد کے خطیب بھی رہے۔

۱۳ رجب ۱۳۶۳ھ/ ۱۶ جولائی ۱۹۴۴ء کو جالندھر میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے"۔

تصانیف میں "امثال القرآن" یادگار ہے۔

مولانا نور بخش توکلی

آپ موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کرنے کے بعد ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے دوسرے اساتذہ کے علاوہ، علامہ شبلی نعمانی سے بہت کچھ حاصل کیا۔ عربی میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء میں انبالہ چھاؤنی کے ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے، وہیں خواجہ توکل شاہ کے ہاتھ پر بیعت طریقت کی، اور اپنے مرشد کی نسبت سے توکلی، ان کے نام کا جزو بن گیا۔ انبالہ سے دہلی منتقل ہوگئے اور ایم۔ بی ہائی سکول میں بطور "ہیڈ مولوی" کام کرتے رہے۔ وہاں سے ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں امرتسر آگئے، اور وہاں مولانا مفتی غلام رسول قاسمی سے درس نظامی کی تکمیل کی،

پھر لاہور آگئے اور انجمن نعمانیہ سے منسلک ہوگئے اور ایک عرصہ تک انجمن کے ناظم تعلیمات رہے اور رسالہ انجمن نعمانیہ مرتب کرتے رہے۔ اسی دوران میں گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ عربی میں تدریس شروع کی۔ ملازمت کے ساتھ تصنیفی و تبلیغی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔

ملازمت سے فراغت کے بعد وطن "چک قاضیاں" چلے گئے۔ اور وہاں ایک مدرسہ" مدرسہ اسلامیہ توکلیہ" کے نام سے قائم کیا، قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد آگئے۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ/ ۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء مکان کی سیڑھی سے گر کر زخمی ہوئے اور یہی حادثہ جان لیوا ثابت ہؤا۔

حسب وصیت نور شاہ ولی کے مزار کے ساتھ دفن کئے گئے۔

آپ کی تصانیف و تراجم کی تعداد ۲۶ ہے۔ ان میں اعجاز القرآن، مقدمہ تفسیر القرآن، اور تفسیر سورۃ فاتحہ والبقرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[۱]

---

[۱] مواد پروفیسر اختر علی راہی کی کتاب تذکرہ علمائے پنجاب سے لیا گیا ہے

مولانا محمد یوسف میر واعظ

۱۸۹۴ء — ۱۹۶۸ء

آپ ۱۳ رشعبان ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء کو میر واعظ رسول شاہ کے گھر سری نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجد وادی کشمیر کے روحانی پیشوا تھے۔

ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور وہیں تکمیل [1] کی، واپسی پر میر واعظ عتیق اللہ صاحب نے آپ کو اپنی جگہ میر واعظ مقرر کیا اور اس حیثیت سے آپ انجمن نصرۃ الاسلام سری نگر کے صدر بھی بنے۔ اس انجمن کے تحت مسلمانوں کے لئے ایک سکول اور کالج بھی چلتا تھا۔

قیام دیوبند کے دوران تحریک خلافت میں حصہ لیا، کشمیر میں واپسی پر جب بعض مسلمان جوانوں نے ڈوگرہ راج کے خلاف مسلمانوں کے حقوق کے لئے جدوجہد شروع کی، تو آپ نے ان کی سرپرستی کی۔ اس لحاظ سے آپ تحریک حرّیت کشمیر کے بانی مبانی ہیں۔

آپ ہی نے ۱۹۳۱ء میں شیر کشمیر محمد عبداللہ کو کشمیری مسلمانوں سے متعارف کرایا ۱۳ رجولائی ۱۹۳۱ء کے حالات کے بعد جو ہنگامے ہوئے، آپ نے اس موقع پر رہنمائی کی۔ ۲۱ جون ۱۹۳۱ء کو خانقاہ معلّیٰ کے تاریخی جلسہ عام میں جن سات ممتاز افراد کو ڈوگرہ حکمرانوں سے مسلمانوں کی شکایات اور مطالبات کے بارے میں بات چیت

---

[1] سید محمد ازہر: حیات الانور: دہلی، ۱۹۵۵ء ص ۲۹۷ علامہ انور شاہ کشمیری کے ممتاز تلامذہ میں ۴۱ ویں نمبر پر آپ کا نام آیا ہے۔

کرنے کے لئے نمائندہ منتخب کیا گیا تھا، ان میں سے آپ سرفہرست تھے۔

اکتوبر ۱۹۳۲ء کو جب آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا تو قائد کشمیر چوہدری غلام عباس مرحوم اور شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ آپ بھی اس قومی تنظیم کے بانیوں میں شامل تھے۔

۱۹۳۳ء میں آپ نے جموں کے دو لیڈروں۔ سردار گوہر رحمان اور مسٹر اے۔ آر ساغر کے تعاون سے "آزاد مسلم کانفرنس" قائم کی، اور یہ جماعت کئی سال تک آپ کی سرپرستی میں کام کرتی رہی۔ نیشنل کانفرنس کے قیام کے بعد جب قائد کشمیر چوہدری غلام عباس نے ۱۹۴۰ء میں جموں کے مقام پر مسلم کانفرنس کا از سر نو احیاء کیا تو کچھ عرصہ کے بعد یعنی ۱۹۴۲ء کے وسط میں آپ نے اس میں شمولیت اختیار کر لی اور نیشنل کانفرنس کے مقابلے میں مسلم کانفرنس کے قیام میں آپ کا سب سے زیادہ حصّہ ہے۔ آپ اور آپ کے ہزاروں عقیدتمندوں نے انتہائی خلوص، جراءت اور بے باکی کے ساتھ مسلم کانفرنس اور تحریک پاکستان کی حمایت کی۔

۱۹۴۳ء میں نشاۃ ثانیہ کے بعد مسلم کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس، آپ کی کوششوں سے سری نگر کے مقام پر منعقد ہوا۔ مئی ۱۹۴۴ء میں جب قائد اعظم محمد علی جناح کشمیر تشریف لے گئے تو آپ نے درگجن کے مقام پر کشمیر مسلم کانفرنس کی طرف سے ان کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ اور ان کے اعزاز میں اپنی قیام گاہ پہ ایسی دعوت دی جو کشمیر کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیگی۔

جون ۱۹۴۵ء کو آپ نے آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کے تیرہویں اجلاس منعقدہ پونچھ کی صدارت کی اور اس میں آپ نے ایک فاضلانہ خطبۂ صدارت پڑھا۔

۸ رجون ۱۹۴۶ء کو آپ ہی کی صدارت میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ نے قرارداد "آزاد کشمیر" کا ابتدائی خاکہ مرتب کیا جسے ۲۶ جولائی ۱۹۴۶ء کو

باقاعدہ طور پر منظور کرکے مسلم کانفرنس کا منشور قرار دیا گیا۔

۲۴ / اکتوبر ۱۹۴۶ء کو مسلم کانفرنس کے قائد چوہدری غلام عباس خاں مرحوم کی گرفتاری کے بعد آپ نے بحیثیت صدر مجلس عمل مسلمانوں کی قیادت کی اور ۱۵ / اگست ۱۹۴۷ء کو آپ کی صدارت میں "مسلم پارک" (جامع مسجد) سرینگر میں ایک لاکھ کشمیری مسلمانوں نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور مہاراجہ ہری سنگھ سے مطالبہ کیا کہ وہ ریاست کا الحاق کشمیری مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق پاکستان کے ساتھ کرے۔ ڈوگرہ حکومت نے پاکستان کی حمایت میں آپ کی سرگرمیوں کو پسند نہ کیا، اور اسی بنا پر آپ ہجرت کرکے پاکستان چلے آئے۔

وزارت تعلیم!

پاکستان آکر ۱۹۴۹ء میں آپ حکومت آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۵۱ء کو حکومت آزاد کشمیر کے صدر مقرر ہوئے، اس سے قبل اکتوبر ۱۹۵۱ء میں قائد کشمیر چوہدری غلام عباس مرحوم نے آپ کو اپنی جگہ آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کا صدر مقرر کیا۔

اپریل ۱۹۵۶ء میں آپ دوبارہ حکومت آزاد کشمیر کے صدر مقرر کیئے گئے، آپ کچھ عرصہ حکومت پاکستان کی مرکزی ریلیف کمیٹی کے نائب صدر بھی رہے۔

۱۹۶۴ء میں آپ نے ایک اعلیٰ وفد کی قیادت کی جس نے اسلامی اور بعض یورپی ممالک کا دورہ کرکے انہیں تحریک آزاد کشمیر کے حقائق سے آگاہ کیا۔ ۱۹۶۵ء میں مقبوضہ کشمیر کے عوام نے جب انقلابی کونسل کی قیادت میں بھارتی سامراج کے خلاف بغاوت کی تو آپ کو انقلابی کونسل نے پاکستان میں اپنا ترجمان مقرر کیا۔

مقبوضہ کشمیر میں آپ نے جانشین میر واعظ مولانا محمد فاروق تحریک آزادئ کشمیر کے ممتاز رہنما تھے، آپ اسلام کے پرجوش مبلغ، اور ان کی بے باک قیادت میں کشمیری نوجوان تحریک پاکستان کے مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

وصال!

۱۷ / رمضان کی شام، سات دسمبر ۱۹۶۸ء، سات بجے شام، بروز ہفتہ سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال میں حرکت قلب بند ہو جانے سے واصل بحق ہوئے۔ اور دوسرے دن لیاقت باغ راولپنڈی میں ہزاروں کشمیریوں اور پاکستانی باشندوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور مظفر آباد میں دفن کئے گئے۔ [1]

اولاد میں ایک فرزند مولوی محمد احمد صاحب ہی کا علم ہو سکا ہے۔

اخلاق و عادات!

آپ ایک متقی، پرہیزگار اور مثالی مسلمان تھے۔ مخلص رہنما تھے۔ آپ اسلام کے پرجوش مبلغ اور تحریک پاکستان کے زبردست حامی تھے۔ کشمیری مسلمانوں میں آپ سے زیادہ کوئی مذہبی اور سماجی طور پر قابل احترام نہیں رہا۔ آپ کے احترام اور عقیدت کی وجہ آپ کے عمدہ اخلاق اور اچھی عادات تھیں۔

تفسیر!

کشمیری زبان میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی ہے۔ [2]

[1] سوانحی تذکرہ کی طیاری میں مولانا امیر الزمان کشمیری کے مضمون "مولانا محمد یوسف صاحب میر واعظ" سے مدد لی گئی۔ یہ مضمون ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کے ماہنامہ "البلاغ" کراچی میں شائع ہوا۔

[2] روایت مولانا دوست محمد صاحب منگلوری و محبوب رضوی: تاریخ دار العلوم دیوبند

مولوی فیروز الدین

۱۸۶۴ — ۱۹۴۹ء

مولوی فیروز الدین، جان محمد کے فرزند تھے۔ ۱۸۶۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، لاہور میں تعلیم پائی۔ فیروز پرنٹنگ پریس کے نام سے چھاپہ خانہ قائم کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت دی۔ ۱۹۳۰ء میں حج کی سعادت ملی۔

آپ کی کئی قابل قدر تصانیف ہیں۔ اپنی خودنوشت "جہادِ زندگی" میں پوری تفصیل موجود ہے۔

اردو ترجمہ قرآن و تفسیر تسہیل القرآن مطبوعہ ہے۔ اس کام کے لئے آپ نے علماء کا ایک بورڈ بھی ترتیب دے دیا تھا، جس میں مولانا رحمت علی خاں سامی بھی شریک رہے۔ [1]

---

[1] اختر راہی: تذکرہ علمائے پنجاب سے مواد لیا گیا ہے۔

مولوی ممتاز علی

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں۔

"مولوی ممتاز علی، سید ذوالفقار علی (اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر) کے فرزند اور نامور عالم تھے۔ تہذیبِ نسواں کے نام سے خواتین کا ایک رسالہ نکالتے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی ایک اہم کتاب البیان فی مقاصد القرآن ہے، اس میں قرآنی مضامین کی تبویب چار جلدوں میں کی گئی ہے۔ سید امتیاز علی تاج انہی مولوی سید ممتاز علی کے فرزند تھے۔" [1]

اختر علی راہی لکھتے ہیں!

"۲۷ ستمبر ۱۸۶۰ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رح سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۸۷۶ میں لاہور آکر جدید تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں رفاہِ عام پریس قائم کیا اور ایک اشاعتی ادارے دارالاشاعت کی بنیاد رکھی۔ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء کو وفات پائی، اور حسب وصیت دیوبند میں دفنائے گئے۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن۔ سات جلدوں پر مشتمل ہے۔" [2]

---

[1] سید محبوب رضوی: تاریخ دیوبند: ۱۹۷۲ء: ص ۲۳۲ - ۳۳۳

[2] اختر علی راہی: تذکرہ علمائے پنجاب: لاہور: ج ۲ ص ۵۵

مولانا علی اصغر عباسی

ـــــــ: صوبائی خطیب محکمہ اوقاف، پنجاب: ـــــــ

آپ جناب فیض رسول بن محمد حسین عباسی کے فرزند ہیں۔ ۳ر مارچ ۱۹۲۹ء کو کریم آباد، بانڈہ پیر خاں، ایبٹ آباد میں پیدا ہوگئے۔

ابتدائی تعلیم علاقہ کے ممتاز علماء۔۔۔ مولانا قاضی محمد اسرائیل بالاکوٹی، مولانا خلیل الرحمٰن سکندر پوری، مولانا قاضی محمد نواز، مولانا قاضی چن پیر ہاشمی اور اپنے دو چچاؤں مولانا عزیز الرحمٰن و خلیل الرحمٰن سے حاصل کی، پھر ۱۹۵۲ء میں لاہور جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۸ء میں مولانا محمد رسول خان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد حسن اور دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ تفسیر کی سند حضرت مولانا احمد علی صاحب سے حاصل کی۔

۱۹۵۸ء میں جامع مسجد نیلا گنبد لاہور میں امام و خطیب مقرر ہوئے، ۱۹۶۰ء میں یہ مسجد محکمہ اوقاف کی تحویل میں چلی گئی۔ ۳ سال آپ نے مدرسہ ضیاء العلوم، فیض باغ میں تدریس کی ۱۹۵۵ء میں مولوی، اور ۱۹۶۰ میں آپ نے فاضل عربی کے امتحانات پاس کئے۔

۱۱ر مارچ ۱۹۶۳ء سے ۱۰ر جولائی ۱۹۶۳ء تک اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں خطباء کے تربیتی کورس میں شرکت کی، اور اس دوران میں علامہ شمس الحق افغانی سے خوب خوب استفادہ کیا

۱۹۶۳ - ۱۹۶۵ء تک جامعہ اسلامیہ، بہاولپور میں تخصص فی الدعوۃ والارشاد (ایم۔اے اسلامیات کے برابر) کی تکمیل پر ڈگری حاصل کی۔ اس اثنا میں دیگر علماء کے علاوہ علامہ شمس الحق افغانی سے تفسیر قرآن میں بہت زیادہ استفادہ کیا۔

۱۹۶۸ء میں لاہور کے ضلعی اور ۱۹۸۰ء میں "صوبائی خطیب" مقرر ہوگئے۔ اعزازی طور پر جامعہ اشرفیہ اور جامعہ رحیمیہ میں اب تک پڑھا رہے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں خشکی کے راستے حج کی سعادت ملی۔ ۱۹۸۱ء میں حکومت کی دعوت پر بطور مندوب ایران گئے اور وہاں کے اجلاسوں میں شرکت کی۔ ۱۹۸۳ء میں عراق کی طرف سے بغداد میں عالمی کانفرنس میں شرکت بھی کی۔ اور ایک اجلاس میں مقالہ بھی پڑھا۔ ۱۹۸۴ء میں حکومتِ ایران کی دعوت پر "ہفتہ وحدت" کے سلسلے میں بطور مندوب شریک ہوئے۔ ۱۹۸۵ء میں دوبارہ حکومتِ عراق کی دعوت پر دوسری بار علماء پاکستان کے ایک وفد کے ہمراہ گئے۔ ۱۹۸۶ء میں جامعۃ الازہر میں تین ماہ کا تربیتی کورس مکمل کر کے سند حاصل کی، اور آخری اجلاس میں شکریہ ادا کرتے ہوئے عربی میں تقریر کی۔ ۱۹۹۰ء میں مع اہل خانہ حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

تفسیر سورۃ الفاتحہ:

آپ نے اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں (۱۱ر مارچ ۶۳ء ـــ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۳ء) اور پھر جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں (ستمبر ۶۳ء - ۳۰ جون ۱۹۶۵ء) کورس کے دوران میں علامہ شمس الحق افغانی سے جو سبقاً سبقاً پڑھا تھا اسے اسی دوران میں ساتھ ساتھ قلمبند بھی کر لیا تھا اور پھر اپنے دوسرے ہم درس دوستوں کی لکھی ہوئی کاپیوں کے ساتھ اس کا تقابل بھی کرتے چلے گئے! پھر اسے صاف کر کے آخری شکل دی۔ آپ کی بھرپور کوشش یہی رہی کہ حضرت

افغانی کے الفاظ ہی میں مرتب ہو کر کتابی شکل اختیار کرے۔ خود لکھتے ہیں "مسودہ میں، میں نے ایک اضافہ تو یہ کیا کہ مضامین پر عنوانات قائم کر دیے اور دوسرا یہ کہ جہاں کوئی بات تشریح طلب سمجھی اسے حاشیہ میں لکھ دیا، یہ مختصر روداد ہے اس تفسیر کی"۔ آخر میں جب آپ نے یہ تفسیر حضرت افغانی کو دکھائی تو انہوں نے آپ کو بہت دعائیں دیں۔

راقم الحروف پر حضرت مولانا علی اصغر صاحب عباسی کی جو گوناگوں عنایات ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ دو سو صفحات کی اس تفسیر کا مطالعہ میں نے پریس میں جانے سے پہلے کر لیا اور اسے پڑھتا چلا گیا اور ایک ہی نشست میں ساری تفسیر پڑھ ڈالی۔

بلاشبہ علامہ افغانی کی یہ تفسیر سورۃ الفاتحہ ان کے عجیب و غریب علوم کا گنجینہ ہے اور بڑی ہی بے نظیر تفسیر ہے ساتھ ہی مولانا عباسی کی محنت بھی کم نہیں کہ حضرت ہی کے الفاظ میں اسے عمدہ ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے، میں اس پیشکش پر مولانا عباسی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے قبولِ عام اور شہرت دوام عطا کریں، اور مسلمانوں کی طرف سے انہیں اس عظیم خدمت کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

اسباق القرآن

گلدستہ تفاسیر

یہ قطب خاں صاحب کی تالیف ہے جس پر مولانا صدر الدین نے نظر ثانی کی ہے یہ پہلے پارے کی تفسیر ہے جسے مدنی پبلیکیشنز راولپنڈی نے بنہایت خوبصورتی کے ساتھ ۳۱۲ صفحات میں شائع کیا ہے اور وزارت مذہبی امور اسلام آباد نے تقسیم کا بیڑا اٹھایا ہے۔

ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا اور مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل نے بھی اسے پڑھ کر مفید بتایا ہے۔

مؤلف نے مختصر تفاسیر سے مواد اکٹھا کر کے اسے گلدستہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔

تفسیر اسرار التنزیل

یہ تفسیر مولانا محمد اکرم اعوان کے قلم سے ہے۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارا ضلع چکوال کے اہتمام سے نہایت عمدہ کتابت کے ساتھ آرٹ پیپر پر شائع ہو رہی ہے۔ ابھی اس کی تین جلدیں منظر عام پر آئی ہیں۔ اس میں اردو ترجمہ کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا ہے اور آخر میں "اسرار و معارف" کے عنوان سے متعلقہ آیات کی تفسیر لکھتے ہیں۔

پہلی جلد سورہ آل عمران پر ختم ہوتی ہے ۱۱ رجب ۱۴۰۵ء کو تمام ہوئی اور جولائی ۱۹۸۹ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے بڑے سائز کے ۴۴۳ صفحات ہیں۔

دوسری جلد میں سورہ نساء اور مائدہ کی تفسیر ہے۔ یہ اگست ۱۹۸۸ء کو شائع ہوئی اس کے ۲۴۰ صفحات ہیں۔ ۲۸ رمضان ۱۴۰۸ھ کو تمام ہوئی۔ اور

تیسری جلد سورہ انفال پر ختم ہوتی ہے۔ آپ نے ۲۰ رمضان ۱۴۰۹ھ کو مکمل کی جو جولائی ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی ہے اس کے ۲۷۰ صفحات ہیں۔ یہ تفسیر بھی عام فہم ہے اور مفسر کی کوشش قابل قدر ہے۔

مولانا حمید الرحمٰن ایبٹ آبادی

آپ ۱۹۳۲ء کو سیری بھولو والی، دلولہ ضلع ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مولوی ہاشم علی عباسی ہے۔ وہ تفسیر قرآن میں حضرت مولانا حسین علی صاحب (ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی) کے شاگرد تھے۔ اور انہی سے بیعت بھی تھے۔

ناظرہ قرآن والد صاحب سے پڑھا۔ ابھی آپ کی عمر ۱/۲ ۱۳ سال کی تھی کہ ان کا وصال ہوگیا۔ والدہ صاحبہ تو بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھیں۔ ۱۲ سال تک اپنی پھوپھی صاحبہ کے زیر تربیت رہے۔ پھر پاکستان کے مختلف مدارس میں مختلف علماء سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد یوسف اکوڑوی، مولانا عبد القدیر، مولانا عبد الحنان کیمبلپوری، مولانا محمد امین راولپنڈی، مولانا محمد یعقوب ہزاروی واہ سیمنٹ فیکٹری مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا محمد رسول خان شامل ہیں۔ دورۂ حدیث ۱۹۵۸ء میں مدرسہ مفتاح العلوم ملہوالی ضلع کیمبلپور میں مولانا نور محمد (تلمیذ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ) سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

۱۹۶۲ء میں شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ سے تفسیر قرآن پڑھ رہے تھے کہ حضرت کا وصال ہوگیا۔

فراغت کے بعد مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں دو سال، دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور میں چار سال، مدرسہ ترتیل القرآن لاہور کے شعبہ عربی میں

دو سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۲۰۰۰ء میں صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے آپ کو اپنے ہاں مدرسہ "قاسم العلوم" میں بطور مدرس مقرر کر دیا۔ اس وقت سے اب تک اسی ادارہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ زیادہ تر تفسیر قرآن آپ ہی پڑھاتے ہیں۔

آپ کی تصانیف میں خلاصۃ الاحادیث، خلاصۃ القرآن اور خلاصہ تفسیر القرآن تینوں کتابیں مطبوعہ ہیں۔

۱ : خلاصۃ الاحادیث۔ اس کے تمام مضامین صاحب مشکوٰۃ والے ہی ہیں۔ کتاب الایمان سے امر بالمعروف تک ہر باب کی دو تین غیر مکرر احادیث مع ترجمہ اور مختصر تشریح دی گئی ہیں۔ یہ کتاب ۱۳ دسمبر ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

۲ : خلاصۃ القرآن۔ اس کے تمام مضامین استنباطی ہیں۔ ایک مضمون کی متفرق آیات کو یکجا کر کے شروع میں ان آیات کی مناسبت سے ایک عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب فصول میں تقسیم ہے اور آخر میں ہر فصل کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے یہ کتاب جولائی ۱۹۸۷ء میں طبع ہوئی۔

۳ : خلاصہ تفسیر القرآن: اس کے عنوان استنباطی ہیں۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے یا پھر حدیث سے کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۹۰ء میں ۶۷۰ صفحات میں "انجمن خدام الدین" شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ اس سلسلہ کی کئی اور جلدیں بھی عنقریب منظر عام پر آنے والی ہیں۔

مولوی محمد خاں ہزاروی

۱۸۶۴ء —— ۱۹۴۷ء

آپ نور احمد خاں کے فرزند تھے۔ پٹھان دلازک تھے۔ ۱۸۶۴ء کے قریب "تلوکر" ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ آپ غالباً ہزارہ کے پہلے میٹریکولیٹ تھے۔ پھر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے اساتذہ کی تربیت کا کورس مکمل کیا۔ اورینٹل کالج جامعہ پنجاب سے "مولوی فاضل" اور "منشی فاضل" کے امتحانات پاس کئے۔ پھر ۱۸۸۵ء میں محکمہ تعلیم سے منسلک ہو گئے۔ اور ۱۹۲۵ء میں ۴۰ سالہ کی ملازمت کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول (اب ہائی سکول ہنبرا) کے ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں میں ہیں۔ جو بڑے بڑے عہدوں سے ریٹائر ہو گئے ہیں۔

آپ نے ۱۳۰۳ھ کے بمبئی کے مطبوعہ بڑے سائز کے ایک قرآن مجید پر ترجمہ و حواشی لکھے۔ ۸۰ سال کی عمر میں بغیر عینک کے سولہ سولہ گھنٹے لکھنے کا کام کرتے رہے۔ موقع محل کی مناسبت سے مولانا روم یا دیگر شعراء کے عمدہ فارسی شعر بھی کہیں کہیں دئیے ہیں۔ آپ کے فرزند حاجی سردار بہادر خاں ایڈوکیٹ کا کہنا ہے کہ آپ کے زیر مطالعہ تفسیر حسینی، حضرت شاہ ولی اللہ کا ترجمۂ قرآن اور حضرت شاہ عبد القادرؒ کا ترجمہ قرآن بہت زیادہ رہا کرتا تھا۔ راقم الحروف نے آپ کے ترجمہ و حواشی کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔

۲۷ رمضان المبارک جمعۃ الوداع ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء یوم ولادتِ پاکستان کو چاشت کی نماز میں حالتِ سجدہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور تلوکر میں دفن کئے گئے ان کی قبر پر فارسی کی یہ رباعی کندہ ہے جو وصال سے قبل آپ اکثر گنگناتے رہتے تھے۔

چیست دنیا سر بسر پرسیدم از دیوانہ   گفت یا خاک است یا باد است یا ویرانۂ
گفتم آنہا را چہ گویند کاندریں دل دادہ اند   گفت یا گوراند، یا کراند یا دیوانۂ

ڈاکٹر شیر بہادر خاں لکھتے ہیں :" مولوی محمد خاں صاحب بلند و بالا شخصیت اور رعب داب والے استاذ تھے۔ ان کی نظر کیمیا اثر سے میرے ہم عصروں نے خوب فیض اٹھایا، وہ شاگردوں کے مُربّی اور سیرت گر تھے۔ آپ نے پینشن کے دوران قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جو طبع نہ ہو سکی۔" [۱]

اولاد میں چار فرزند... عبدالجبار خاں، میر افضل خاں، تاج محمد خاں، اور حاجی سردار بہادر خاں ایڈوکیٹ اور دو دختران بی بی خدیجہ اور بی بی انور خاتون یادگار چھوڑیں۔

بی بی خدیجہ کے چار فرزند.... بیدار خاں، داؤد خاں، پروفیسر یعقوب خاں صدر شعبہ جغرافیہ پشاور یونیورسٹی اور نصیر الدولہ ہیں جبکہ بی بی انور خاتون نے اپنے گاؤں "تلوکر" میں اپنی زندگی قرآن مجید کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ صبح و شام درس قرآن دیتی ہیں۔ تلوکر کا کوئی بچہ یا بچی ایسی نہیں جس نے ان سے قرآن پاک کا درس نہ لیا ہو۔ ان سے ہزاروں بچوں اور بچیوں نے قرآن مجید مکمل کیا ہے۔ [۲]

---

[۱] ڈاکٹر شیر بہادر خاں: مشاہدات و تأثرات (سفر نامہ حج): لاہور: ص ۱۲۰

[۲] مذکرہ کا مواد آپ کے فرزند الحاج سردار بہادر خاں ایڈوکیٹ سے لیا گیا اور انہی کے ہاں قرآن پاک کی زیارت کی ہے۔